لطائف عجیبہ

حصّہ سوم

از

مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی

مطبوعہ دِلّی پرنٹنگ ورکس دہلی

المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام

گفتگو میں خوش مذاق ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک

زندگی زندہ دلی کا ہے نام

مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

لطائف عجیبہ

حصہ سوم

جسمیں ایسے عجیب و غریب، نادر و برجستہ و دل خوش کن، پرلطف خوش مذاق اور پھڑکتے ہوئے لطائف و ظرائف جمع کیے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے دل باغ باغ اور فرط مسرت سے باچھیں کھل جائیں، خاطر ناشاد شاد اور غم غلط ہو جائے

مُرتبہ

خاکسار بشیر الدین احمد تعلقہ دار

حسب فرمائش مولوی منذر احمد صاحب بی۔ اے خلف الصدق مصنف

(تمام حقوق محفوظ ہیں)

مرتبہ اول ایک ہزار ۱۰۰۰

قیمت ۸ع، خرچہ وی پی (۵)

۱۳۴۳ھ

۱۹۲۵ء

صرف ٹائیٹل لوز فائن آرٹ [illegible]

لطائفِ عجیبہ حصۂ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) ایک شخص نے خدائی دعویٰ کیا اُسے پکڑ کے خلیفہ کے پاس لے گئے خلیفہ نے کہا "ارے کم بخت ڈر خدا سے کہ تو دعوائے خدا کرتا ہے کیا تو نے نہیں سُنا کہ سالِ گزشتہ ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا، کیسی ذلّت اور خواری سے اُسے جان سے مارا گیا" وہ بولا "بہت اچھّا ہوا۔ ہم نے اُسے نہیں بھیجا تھا"

(۲) ایک صاحب کے پاس کوئی نوکر تھا۔ آپ نے نوکر رکھتے وقت کہا کہ اگر تم کام اچھّا کروگے اور ہم خوش ہوں گے تو یاد دلاتا ہوں ہم تمہاری تنخواہ بڑھادیں گے۔ ایک دن رات کو اُن کا گھوڑا کوئی اصطبل میں سے کھول لے گیا۔ بہت ڈھونڈا کہیں پتہ نہ لگا تو آپ دوڑ کے کوٹھے پر گئے اور آقا سے پوچھنے

لگے کہ یہاں تو گھوڑا نہیں آیا۔ آقا اس حماقت پر ہنسے، نوکر صاحب نے یاد دلایا کہ آپ پہلے میری تنخواہ تو بڑھا دیجیے، بعد جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔

(۳) ملزم۔ مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ کیا الزام مجھ پر لگایا گیا ہے؟

پولیس۔ چوری۔

ملزم۔ چوری!

پولیس۔ ہاں تم نے گھوڑا اور تانگہ چُرایا ہے۔

ملزم۔ بہتر، آپ میری جامہ تلاشی لے لیجیے۔

(۴) باپ۔ (چھوٹے بیٹے سے) اگر تم دعا نہیں مانگو گے تو بہشت میں نہیں جا سکو گے؟

بیٹا۔ میں بہشت میں نہیں جاؤں گا۔ تو تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

(۵) یہ۔ آہ پیاری کیا کہوں مجھے تمہاری محبّت نے دیوانہ بنا رکھا ہے۔

وہ۔ خاموش رہو۔ اس کا ذکر نہ کرو۔ والد سُن پائیں گے تو وہ دیوانے ہو جائیں گے۔

(۶) ایک روز مامون الرشید بچپنے میں اپنے باپ کے پاس گیا اور کچھ بے ادبی کی۔ باپ نے چڑھ کے کہا تنحّ یا ابنُ الزّانیۃ

یعنی چل دور ای چھنال کے بیٹے۔ مامون نے فی البدیہہ جواب دیا وَالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُہَا اِلَّا زَانٍ[1]۔ ہارون الرشید شرمندہ ہو گیا مگر بات معقول تھی پسند آئی۔

(۷) ایک صاحب نے دیکھا کہ محتسب صاحب ایک شخص کو تازیانے مار رہے ہیں۔ پوچھا کہ اس بے چارے نے کیا قصور کیا ہی؟ کہا کہ شراب کھینچنے کا آلہ اس کے گھر سے برآمد ہوا ہی۔ کہنے لگا چہ خوش آلہ زنا سب کے پاس ہی اُن سے تم اُلٹ کے بھی نہیں پوچھتے؟۔

(۸) ایک بادشاہ کو آشوبِ چشم ہوا طبیب کو بُلایا اُس نے پاؤں کے تلووں پر مہندی لگوائی۔ ایک خواجہ سرا نے اعتراض کیا کہ یہ خوب علاج ہی کہ آنکھوں میں درد ہی اور پاؤں میں مہندی لگائی جاری ہی۔ آنکھ کو پاؤں سے کیا تعلق؟ طبیب نے کہا کہ وہی مناسبت ہی کہ تجھے آختہ کر دیا اور تیری ڈاڑھی نہ نکلی۔ بادشاہ ہنسا اور طبیب کو انعام دیا۔

(۹) ایک شاعر کا تخلص **ساغر** تھا جو بہت شیریں کلام تھا وہ مولنا **جامی** کے ہاں آیا جایا کرتا تھا کسی سبب سے مولنا اُس سے کشیدہ ہو گئے اور یہ قطعہ نظم کیا ؎

---

[1] یہ قرآن شریف کی آیت ہی زنا کار عورت سے تو وہی مرد نکاح کرے گا جو خود زانی ہو۔ ۱۲

ساغرے می گفت دزدانِ معانی بردہ اند* ہر کجا در شعرِ من یک معنیِ خوش دیدہ اند
دیدم اکثر شعرِ ہائیش را یکے معنی نداشت* راست می گفت این کہ معنی ہاش را دزدیدہ اند
اس قطعے نے شہرت پائی۔ ساغرے آکر مولانا سے شکایت کی کہ آپ نے خوب ہجو کی اور مجھے رسوا کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو کسی کا نام لے کر مخصوص نہیں کیا، میں نے تو شاعرے کہا تھا۔ یاروں نے اس کی تصحیف کر کے ساغرے کر دیا میں کیا کروں۔

(۱۰) حامد۔ "آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ آپ نے خواہ مخواہ کے لئے اصغر سے میرے متعلق یہ کیوں کہا تھا کہ میں بے وقوف ہوں"
رشید۔ "بھئی معاف کرنا واللہ میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ بات کوئی راز نہیں ہے ورنہ میں ہرگز ایسا نہ کہتا۔"

(۱۱) مسافر۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ برتن کتنے میلے۔ ملازم کس قدر گستاخ اور انتظام کیسا ناقص ہے۔ میں یہاں نہیں ٹھیر سکتا۔ ہوٹل کا مالک کہاں ہے؟"
ملازم۔ "اُن سے اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی۔"
مسافر۔ "کیوں نہیں ملاقات ہو سکتی۔ وجہ؟"
ملازم۔ "وہ دوسرے ہوٹل میں کھانا کھانے گئے ہیں۔"

(۱۲) بیگم صاحبہ۔ "نصیبن! کیا نواب صاحب آ گئے ہیں مجھے ایسا معلوم

ہوا گویا میں نے اُن کی آواز سُنی ہے"

نصیبن۔ "نہیں حضور۔ نواب صاحب ابھی نہیں آئے۔ یہ تو کُتّا غرّا رہا تھا"

(۱۳) ماسٹر صاحب نے جیسے ہی درجے میں قدم رکھا تو فیروز نے کہا کہ ماسٹر صاحب میری بہن کے چیچک نکل آئی ہے۔ ماسٹر صاحب اول تو ناراض ہوئے کہ ایسی صورت میں اسکول میں کیوں آئے اور پھر اُس سے کہا کہ جاؤ جلد یہاں سے چلے جاؤ۔

سہ پہر کے قریب حمید نے ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے فیروز کو کیوں چھٹّی دے دی۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ چیچک ایک متعدّی بیماری ہے۔ ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ وہ یہاں آئے گا تو ممکن ہے کہ ہم سب بیمار ہو جائیں۔

حمید۔ مگر ماسٹر صاحب فیروز کے تو چیچک نہیں نکلی ہے۔ اُس کی بہن کے نکلی ہے۔

ماسٹر صاحب! وہ تو ایک ہی بات ہے۔ وہ مریضہ کے پاس سے یہاں آتا تب بھی اتنا ہی خطرہ تھا۔

حمید۔ (تعجب سے) مریضہ کے پاس سے! وہ بہن تو اُس کی لاہور میں ہے۔

(۱۴) ایک دن مرزا ابراہیم المتخلص بہ ادہم ایک امیر زادہ صاحبِ جمال و کمال کی مجلس میں گئے۔ جاتے ہی ایک خوان شفتالو کا آیا۔ مرزا نے کہا کہ ایک شفتالو دیجئے (مغلوں کی اصطلاح میں شفتالو بوسے کو کہتے ہیں) امیر زادے نے کہا "لیجئے۔" آپ نے اُٹھ کر جھٹ سے ایک بوسہ لے لیا۔ امیر زادے کو طیش آیا اُس نے ادہم کے پیٹ میں ایک چُھری بھونک دی۔ لوگ زخمی کو اُٹھا کر لے گئے۔ بعد چند دن کے تن درست ہو کر پھر آئے امیر زادہ ان کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا "کیوں شفتالو لیتے ہو؟" مرزا نے کہا بشرطیکہ کارد[1] نہ ہو۔

(۱۵) شہر کے لوگ استسقا کی نماز کو بیرونِ شہر جا رہے تھے۔ مدرسے کے سارے لڑکے بھی ساتھ تھے۔ ایک ظریف نے پوچھا "اِن لڑکوں کو کہاں لے چلے؟" کہا کہ بچّوں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے شاید ان کی دعا سے پانی برس جائے۔ ظریف نے کہا کہ "اگر بچّوں کی دعا مستجاب ہوتی تو دُنیا میں کوئی معلّم زندہ نہ رہتا۔"

(۱۶) کسی افیونی کے پاس ایک لوٹا تھا جو اس قدر ٹپکتا تھا کہ رفع حاجت تک کافی پانی آب دست کو نہ رہتا ایک دن خفا ہو کر

---

[1] کارد چُھری کو کہتے ہیں اور ایک قسم شفتالو کی بھی ہے ۱۲۔

بولے کہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی آپ دست بے لیجئے چنانچہ ایسا ہی کیا۔
(۱۷) کسی نے آکر خبر دی کہ فلاں شخص کی ماں نے نکاح کر لیا۔
سُننے والا۔ بُرا کیا۔ پھر کہا اور چھوڑ بھی دیا۔
سُننے والا۔ یہ اور بھی بُرا کیا۔
(۱۸) ایک شخص خلیفہ مامون الرشید کے پاس آیا اور کہا کہ مسافر اور محتاج ہوں کچھ دلوایئے۔ مامون نے کہا "پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" سائل نے کہا کہ میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔
مامون نے کہا بسم اللہ تشریف لے جایئے۔ سائل۔ میرے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ مامون۔ تو حج تم سے ساقط ہو گیا۔
سائل۔ میں حضور سے کچھ مانگنے آیا ہوں فتویٰ پوچھنے نہیں آیا۔
مامون ہنسا اور کچھ دے کر اُسے ٹالا۔
(۱۹) قرض دار۔ میں تمہیں اس مہینے کچھ نہیں دے سکتا۔
قرض خواہ۔ اور یہی تم نے پچھلے مہینے بھی کہا تھا۔
قرض دار۔ تو کیا میں اپنی پہلی بات کے خلاف کہوں؟
(۲۰) **مامون الرشید** نے بردہ فروشوں سے فرمائش کی کہ کوئی نہایت حسین کنیز لا دیں۔ ایک دلّال ایک بڑی جمال کنیز لایا

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ دوسرا دلّال ایک دوسری کنیز اور لایا مامون نے دونوں کو بلا کر دیکھا اور کہا کہ ان دونوں میں سے کس کو لوں کس کو نہ لوں۔ جو کنیز پہلے آئی تھی وہ بولی۔ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ دوسری کنیز بولی وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ مامون کو دونوں کے لطیفے پسند آئے اور دونوں کو خرید لیا

(۲۱) ایک دن اصمعی بازار میں سے چلا رہا تھا دیکھا کہ ایک حلوائی کی دکان پر ایک نہایت حسین عورت بیٹھی طرح طرح کے میوے اور خوب طیار چرب دار مرغے کر بیٹھی ہے اصمعی اس عورت کو دیکھ کر پھڑک گیا اور نزدیک جاکر یہ آیت پڑھی۔ وَفَاکِھَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ وَحُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ اُس عورت نے فی الفور جواب میں کہا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

(۲۲) کسی کھنڈ ِسالیئے کے ہاں شادی میں ایک طوائف ناچ رہی تھی۔

لہ جو سب سے آگے (سامنے بٹھائے گئے ہیں) سو یہ آگے ہی بٹھانے کے قابل ہیں (کہ) یہ بارگاہ خداوندی کے مقرب ہیں۔ ۲۔ اور البتہ آخرت تمہارے لیئے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہے ۳۔ اور (بہشتی) جس قسم کا میوہ پسند کریں اور جس قسم کے پرند کا گوشت کو ان کا جی چاہے (وہی گوشت) اور ان نعمتوں کے علاوہ احتیاط سے (سی) تہوں میں رکھے ہوئے موتیوں کی طرح (خوش رنگ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ۴۔ (یہ) بدلہ ہے ان (نیک) اعمال کا جو (دنیا میں) کرتے رہے ۱۲

صاحبِ خانہ نے طوائف سے نام پوچھا تو اُس نے نہایت ادب سے کہا کہ لونڈی کو مصری جان کہتے ہیں۔ وہ بولے کیوں جی مصری زیادہ میٹھی ہووے ہی یا شیرہ[1]؟

طوائف۔ سیٹھ جی۔ آپ خفا نہ ہوں ہم شیرہ ہی ہی۔

(۲۳) رئیس۔ ہمیں تو ایسا نوکر چاہیئے جو بہت کفایت شعار ہو۔

نوکر۔ جی بندہ ایسا ہی ہے۔ جہاں میں نوکر تھا اُنھوں نے اسی وجہ سے مجھے نکال دیا۔

رئیس۔ صرف اس لیئے کہ تم کفایت شعار ہو؟

نوکر۔ جی ہاں میں کفایت شعاری سے اُن کے کپڑے پہن لیا کرتا تھا۔

(۲۴) کہتے ہیں کہ سلطان مرزا حسین کے حضور میں شعراء کی مجلس گرم تھی اور ہر شخص گفتگو کر رہا تھا۔ ملّا بنائی نے کہا کہ جامی بدیہہ گوئی میں عاجز ہے۔ اتفاقاً اُس وقت ملّا جامی بھی تشریف لے آئے اور جو گفتگو ہوئی تھی سُنی۔ مرزا نے ملّا جامی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج تو آپ بھی کچھ فی البدیہہ فرمایئے۔ میں چار چیزوں کا نام لیتا ہوں آپ اُنھیں ایک قطعہ میں لے آیئے وہ چار لفظ یہ تھے چراغ۔ غربال۔ نمروبال۔ مرغ۔ مولانا لفظانی نے سُنتے ہی فی البدیہہ ارشاد فرمایا ؎

[1] ہمشیرہ یعنی بہن ۔ ۱۲

ای گشتہ چراغِ دولت بدرِ منیر ٭ غربال شدہ سینۂ اعدات بہ تیر
بر بلّۂ نردبانِ ہمت نہ پائے ٭ از اوجِ فلک شرنجِ دولت برگیر

اس کے بعد مرزا نے ملّا بنائی کی طرف توجہ کی اور کہا آپ منقل طاس شرحِ شمسیّہ۔ نمدِ کلاہ پر کہیئے ملّا نے فی البدیہہ کہا۔

چون منقل اگرچہ دودِ آہے داریم ٭ بر طاسِ فلک نہ کارگاہے داریم
باما سخنے ز شرحِ شمسیّہ بگو ٭ ما منیر ازیں نمدِ کلاہے داریم

مرزا نے دونوں صاحبوں کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

(۲۵) ایک افیونی صاحب افیون کی پینک میں بیٹھے ہوئے کباب سے روٹی کھا رہے تھے رات کا وقت تھا کہ اتفاقاً اُن کی روٹی سے کباب گر گیا۔ جہاں پر کباب گرا تھا وہیں پر ایک کتّے کی لینڈی بھی پڑی تھی۔ آپ نے کباب کو تلاش کرکے اُٹھانا چاہا مگر بجائے کباب کے وہ لینڈی ہاتھ میں آگئی۔ آپ نے جو ہیں اُس کے ساتھ ایک نوالہ کھایا تو کیا فرماتے ہیں "ارے کم بخت گرتے ہی مزا بدل گیا"

(۲۶) ایک صاحب کے صاحبزادے نے کسی شہر سے خط لکھا کہ میرے پاس جوتا پھٹ گیا ہے آپ ایک نیا جوڑا خرید کر بذریعہ تار روانہ فرما دیجئے۔ والد صاحب قبلہ نے ایک نیا جوڑا خرید کر ایک تار کے

کھمبے میں باندھ دیا اور وہاں سے چلے آئے ایک فقیر جن کے پاس
جوتا ثابت نہ تھا وہ بھی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے فوراً نیا جوتا
لے اپنا پُرانا جوتا باندھ رفو چکر ہوئے۔ والد صاحب کو تھوڑی
دیر کے بعد خیال ہوا کہ چلو دیکھ تو آئیں کہ جوتا پونہچ گیا یا نہیں
جاکر دیکھا تو نیا جوڑا ندارد اور پُرانا اُس جگہ لٹک رہا ہے۔ آپ
اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ اللہ اکبر بہت جلدی جوتا پونہچ گیا۔
(۲۷) ایک کمانڈر نے کسی سپاہی کی بہادری آزمانے کو اُس کے
کندھے پر بندوق رکھ کر فیر کیا مگر سپاہی برابر کھڑا رہا اور ذرا
نہ جھجکا تو کمانڈر نے خوش ہو کر ایک کوٹ انعام دیا۔ سپاہی نے
عرض کیا کہ حضور پتلون بھی تو مرحمت ہو۔ صاحب نے وجہ دریافت
کی۔ جواب میں کہا گیا کہ میرا پاخانہ خطا ہو گیا ہے۔
(۲۸) لندن میں ایک شخص سربازار چلا جا رہا تھا کہ راہ میں اُس کو
رفعِ حاجت کی ضرورت ہوئی اُس نے ایک موقع پاکر ضرورت
سے فراغت حاصل کی کہ اتنے میں ایک پولیس مین آگیا اُس نے
فوراً ٹوپی (ہیٹ) اُتار اُس پر ڈھانک دی اور خود ہاتھ کر بیٹھ
گیا پولیس مین نے دریافت کیا کہ تم کیوں بیٹھے ہو اُس نے
جواب دیا کہ حضور میرا طوطا جو بہت ہاتھ کو کاٹتا تھا اس میں

بند کرکے بیٹھا ہوں آپ اگر اتنی مہربانی فرمائیں کہ میں جلدی سے بازار سے جا کر نچبرہ لے آؤں اور آپ اس پر اسی طرح ہاتھ رکھے رہیں تو عین نوازش ہو گی۔ چنانچہ پولیس مین نے ایسا ہی کیا اور یہ رفوچکر ہو گیا جب زیادہ عرصہ گزرا اور یہ واپس نہ آیا تو اُس سپاہی نے آہستہ سے ذراسا کونا ہیٹ کا اُٹھا کر ہاتھ ڈالا تو تمام ہاتھ گندگی میں لت پت ہو گیا۔

(۲۹) ایک مرتبہ ایک ملا صاحب نے مذاقاً اپنے شاگرد سے کہا "تو گدھا تھا میں نے تجھے انسان بنایا" یہ بات کسی سادہ لوح دہقانی نے سُن لی اور دوسرے ہی دن اپنے گدھے کو لے کر پہنچے اور ملا صاحب کے سامنے کچھ نذرانہ بھی رکھا اور کہا کہ "آپ اس گدھے کو بھی آدمی بنا دیجئے" ملا صاحب نے روپئے تو جیب میں داخل کئے اور دہقانی سے کہا "بہت اچھا۔ چند دن کے بعد تم آجانا" جب دہقانی روز مقررہ پر آیا تو ملا صاحب نے کہا "تم تو بہت دیر سے آئے۔ تمہارا گدھا آدمی بن بھی گیا اور پڑھ پڑھا کے عالم وفاضل بھی ہو گیا اور جونپور کا قاضی ہو کر چلا بھی گیا" یہ سُن کر دہقانی نے گدھے کی رسّی اور پالان اٹھالیا اور جونپور کی راہ لی پوچھتا پوچھتا سیدھا قضاءت میں پہنچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ واقعی قاضی صاحب بڑے ٹھسّے سے اجلاس پر بیٹھے ہیں۔ دور سے گھاس کا پولا بتا کر کہا

قاضی صاحب غصّے سے لال پیلے ہوگئے بولے "یہ کون گدھا ہو؟"
دہقانی کڑک کے بولا "میں گدھا نہیں، تو میرا گدھا ہو، میں نے ملّاجی
کو روپیہ دے کر تجھے گدھے سے آدمی بنوایا اور آج تو مجھے پہچانتا
بھی نہیں، اعتبار نہ ہو تو دیکھ یہ تیری رسّی اور پالان جوں کا توں
میرے پاس موجود ہو" قاضی صاحب سکتے میں رہ گئے اور ایسے
سہم گئے کہ منہ سے بات کرنی مشکل ہوگئی ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ
یہ خبر شہرت پاجائے اور میرے نام کو دھبّہ لگے ناچار دہقانی
کو کچھ دے دلا کے ٹالا اور کہا کہ "خبردار یہ بات پھر کسی سے نہ کہنا"۔
(۴۰) ایک صاحب دل بزرگ نے کسی بادشاہ کو دیکھ کر نصیحت
کی "جب تم بادشاہت کر رہے ہو اور حتی المقدور رعایا پر ظلم بھی
نہیں کرتے تو اس بات کا بھی ضرور خیال رکھو کہ غریب کون ہو
اور امیر کون ہو غریبوں کی روٹی کپڑے اور ہر طرح سے وقتاً فوقتاً
دست گیری کرنا تم پر فرض ہو۔ امیروں کو کتنا بھی دو تو نہ نام نہ
ثواب۔ دیکھو خشک کھیت پر جب پانی برستا ہو تو وہ ترو تازہ
ہو جاتا ہو مگر سمندر میں جب مینہ برستا ہو تو کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔
(۴۱) کیسہ خدا۔ ایک شخص بڑا چلتا پرزہ تھا وہ عرصے سے اس
کوشش میں لگا تھا کہ کسی طرح بادشاہ کے دربار میں رسائی پیدا

کرے وہ یہ چال چلا کہ ایک عجیب و غریب لباس پہن ایک صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو محلِ شاہی کے دروازے پر جا پونہچے اور عرض بیگی کے ذریعے پیغام دیا کہ پسرِ خدا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے جب یہ کلام سُنا بے اختیار دل چاہا کہ ع

"دروغ گو را تا بمنزل باید رسانید"[2]

حکم ہوا "بلاؤ" اُن کی صورت دیکھتے ہی بادشاہ نے فرمایا "اوہو! آپ ہی کو خدا[1] کی فرزندیت کا دعویٰ ہے؟ تو کیا آپ مجھے بہشت بریں کی سیدھی راہ تبلا سکتے ہیں؟"

اُس مکّار نے ذرا سوچ کر کہا "وہ میرا علاقہ نہیں ہے جب میرے والد ماجد نے مجھے سرزمینِ دنیا پر بھیجا تو مجھے سطحِ ارض کے معاملات تفویض فرمائے نہ کہ عرشِ معلّی کے، وہ حضرت نے خود اپنے قبضِ قدرت میں رکھے۔ اس لیئے میں آپ کو زمین کے متعلق البتہ بتا سکتا ہوں بلکہ قبر تک کا رستہ بھی بتا سکتا ہوں"۔ بادشاہ اس حاضر جوابی سے خوش ہوا اور اُسے درباریوں میں داخل کر لیا۔

(۳۲) ریل دس بجے چھوٹتی تھی ایک امیر گھر سے نکلتے نکلتے گیارہ بجے

---

[1] فرزندِ خدا پر مجھے ایک پُر مذاق شعر یاد آ گیا۔ سُن لیجیے۔ ؎

معاذ اللہ فرزندِ خدا کہتے ہو عیسیٰ کو ٭ تو دادا کون ہے اُن کا بتائے جس کا جی چاہے

[2] جھوٹے کو منزلِ آخر تک پونہچانا چاہیئے (تاکہ جھوٹ سچ کھل جائے)۔ ۱۲۰

سٹیشن پر پہونچے سیٹشن ماسٹر نے کہا "اوہو! نواب صاحب
آپ بہت جلدی آیا۔ تیئس گھنٹے پہلے آنے کا کیا ضرورت تھا"۔
(۳۳) ایک حکیم صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر
سے ہوتا ہے ایک مرتبہ اُس کے نوکر نے کوئی چیز چرائی۔ حکیم صاحب
مارنے لگے۔ نوکر بولا۔ آپ مارتے کیوں ہیں، میری تقدیر میں
یہ ہی لکھا تھا۔ حکیم صاحب بولے۔ "یہ پٹنا بھی تو تیری ہی تقدیر میں
لکھا ہے"۔
(۳۴) کسی نے چمگادڑ سے پوچھا کہ تو دن کو کیوں نہیں نکلتی۔ کہا کہ
رات کی روشنی مجھے بھلی لگتی ہے مگر دن کی تاریکی مجھے ناگوار ہے۔ ؎
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
(۳۵) ایک چور کو بادشاہ کے سامنے پکڑ کر لائے۔ بادشاہ نے
گردن مارنے کا حکم دیا۔ عرض کیا "اے بادشاہ! جو کچھ میں نے کیا
یاروں کی مجبوری سے کیا"۔ بادشاہ نے کہا "خیر اس میں بھی
مجبور ہو جا اور گردن رکھ دے"۔
(۳۶) ایک بیوقوف کی گردن پر بھڑ بیٹھی دیکھ کر کسی نے کہا کہ
اُس نے آستین سے جھٹک دی مگر اپنی گردن یاروں کو کھانے
لگا کہ ذرا دیکھنا کہیں بھڑ نے ڈنک تو نہیں مار دیا۔

(۳۷) ایک حمق کا باپ بیمار ہوا۔ دیکھا کہ قریب المرگ ہے، رونے لگا اور کہا کہ غسال کو بلا لاؤ۔ لوگوں نے کہا جلدی کیا ہے ابھی تو دم باقی ہے" احمق بولا کچھ مضائقہ نہیں، غسل کے بعد مرجائے گا۔ اچھا ہے کہ اُس کے مرنے تک ہم غسل دے دلا کر فارغ ہوجائیں اور جس کام سے نبٹ لیں وہی اچھا۔"

(۳۸) ایک ظریف دن چڑھ آیا اور پڑا سوتا تھا۔ ایک دوست آیا اسے سوتا دیکھ کے کہنے لگا "صبح ہوگئی اُٹھو" ظریف بولا بھئی کیوں ستاتے ہو جاؤ جاؤ سو جاؤ" کہا "ارے میاں آفتاب نکل آیا" ظریف۔ "پڑا نکل آئے، مجھے آفتاب سے کیا مطلب ہے اپنے اُٹھنے کے وقت کو خود بہتر جانتا ہوں۔ اور اگر آفتاب آدھی رات کو نکل آئے تو کیسا ہے"

(۳۹) مولوی چراغ علی صاحب المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر کے مزاج میں مذاق بہت تھا۔ ایک تحصیل دار نے پوچھا کہ بقرعید اور محرم کی تعطیل اگر ملا کر دی جائے تو کیسا ہے اُنہوں نے کہا پیر و مرشد مناسب ہے[1]۔

(۴۰) نواب موصوف کے پاس اُن کے سررشتہ دار منشی ناظم علی صاحب نے کعبۃ اللہ کو جانے کے لیے درخواست دی آپ نے

[1] حالانکہ بقرعید اور عشرۂ محرم میں پورے ایک مہینے کا فصل ہے۔ ۱۲

اُس پر یہ لکھ دیا۔ تو دُرونِ درچہ کردی کہ برونِ خانہ آئی ہے۔

(۴۱) مولوی عبدالباقی صاحب مرحوم تعلقہ دار نے سید امین الدین علی صاحب منصب دار و تحصیل دار سے ایک دن پوچھا کہ آپ کا روزنامچہ عجیب و غریب آتا ہی ایک ایک دن میں دس دس اور بیس بیس مواضع کی تنقیح کر لیتے ہیں جو بلحاظ بُعدِ مسافت ناممکن ہی۔ تحصیل دار صاحب نے جواب دیا۔ پیر و مرشد میں کچھ بر سرِ موقع تھوڑی جاتا ہوں نقشہ تعلقہ کا سامنے رکھ لیتا ہوں اور دیکھ دیکھ کے لکھ دیتا ہوں۔

(۴۲) انہیں تحصیل دار صاحب کا لطیفہ ہی کہ ایک دن تانڈور کے دورے میں مولوی عبدالباقی صاحب کے دسترخوان پر کئی عہدہ دار جمع تھے۔ تعلقہ دار صاحب نے سب کو ایک ایک شامی کباب دیا۔ امین الدین علی صاحب کو بھی دیا۔ وہ مدّت دراز سے خدمتِ تحصیل داری پر قایم مقام تھے مستقل نہ ہوئے تھے اور نصف تنخواہ پاتے چلے آتے تھے۔ آپ نے آدھا کباب رکھ لیا اور آدھا واپس کیا۔ تعلقہ دار صاحب نے پوچھا کیوں! خیر ہی ؟" تحصیل دار صاحب نے کہا "فدوی منصرم (قایم مقام ہی) نصف تنخواہ والا نصف ہی کا مستحق ہی"

(۴۳) ایک ظریف دربار میں بدیر پہنچا۔ بادشاہ نے تاخیر کا سبب پوچھا۔ کہا "آج کوئی میرا گھوڑا چرا لے گیا" بادشاہ متحیر ہوا، وزیر نے کہا "آخر کون لے گیا، کیسے گیا؟" کہا کہ "میں چور کے ساتھ تھوڑی تھا، اگر ساتھ ہوتا تو اُسے چھوڑتا ہی کیوں؟"

(۴۴) کسی صاحب دل سے کہا "فلاں شخص شراب پی کر رستہ میں بے ہوش پڑا ہے" آپ نے فرمایا "وہ پہلے ہی سے ہوش میں نہ ہوگا، اگر ہوش مند ہوتا تو ایسا کام ہی کیوں کرتا؟"

(۴۵) ایک سادہ لوح عالموں کا سا جبہ و دستار پہن کر قاضی صاحب کی محفل میں گیا اور مثل مشہور ہے "النّاسُ باللباس" آدمی کی رونق لباس سے ہے۔ قاضی صاحب تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو گئے اور اپنی مسند پر بٹھایا۔ چوں کہ دیر تک خاموش رہا اور کچھ بات نہ کی قاضی اور زیادہ ان کے علم و فضل کا گمان ہوا آخرکار قاضی صاحب نے کہا "کچھ ارشاد فرمایئے" کہا "روزہ دار کو کس وقت روزہ افطار کرنا چاہیے؟" قاضی نے کہا "جب آفتاب غروب ہو جائے" سادہ لوح بولا "اور اگر آدھی رات تک غروب نہ ہو تو؟" قاضی ہنسا اور کہا "معاف کیجیے کہ یہ میری ہی غلطی تھی جو آپ سے کچھ فرمانے کی خواہش کی"۔

(۴۶) ایک بادشاہ شکار کو گیا۔ دیکھا ایک فقیر کتے کو
پاس باندھے مگن بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا "چلو اس
دیوانے سے ذرا مذاق کریں۔" وزیر نے عرض کیا "ایسا نہ ہو کہ
کچھ بے ادبی کر بیٹھے۔" بادشاہ نے فرمایا "کیا مضائقہ ہے۔" بادشاہ
نے اس کے پاس جا کر کہا "آزاد تو اچھا ہے یا تیرا کتا؟" آزاد
نے کہا "میں بادشاہ پر قربان! یہ کتا کبھی میرے حکم سے سرتابی نہیں
کرتا۔ پس اگر بادشاہ اور فقیر تابع حکم خدا ہیں ضرور کتے سے بہتر
ہیں ورنہ ان دونوں سے کتا ہی بہتر ہے۔"
(۴۷) ایک شیخی خورہ کسی مجلس میں بیٹھا ہوا ڈینگ مار رہا تھا کہ
مجھے علم نجوم میں ایسی دستگاہ ہے کہ تیر قضا چوک جائے تو چوک
جائے مگر میرا حکم کبھی خطا نہیں کرتا اور میری ماں مجھ سے بھی
بڑھ کر ہے۔ لوگوں نے کہا آخر ثبوت؟ کہا "جب کبھی ابر آتا ہے
میں کہتا ہوں برسے گا، میری ماں کہتی ہے نہیں برسے گا۔ آخر
دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو میرا کہنا صحیح ہوتا ہے یا میری ماں کا۔"
(۴۸) جب تیمور گورگان گورستان میں آسودہ ہوا تو اس کا
بیٹا تخت پر رونق افروز ہوا۔ ایک مسجد شکستہ تھی اس کے
بنانے کا حکم دیا۔ مزدور پرانی دیواریں گرانے لگے تا از سر نو بنائیں

ایک ظریف اُدھر سے گزرا دیکھا کہ گرد و غبار کثرت سے ہے۔ پوچھا "یہ کیا آفت ہے؟" کہا کہ "مسجد کی دیواریں ڈھا رہے ہیں" ظریف بولا "باپ نے بندگانِ خدا کے گھر ویران کیئے صاحبزادے نے خدا کا گھر تک بھی نہ چھوڑا"۔

(۴۹) کسی بادشاہ کا گزر ایک قبرستان پر سے ہوا ایک دیوانے کو دیکھا کہ وہاں بیٹھا ہے۔ لوگوں نے کہا "یہ یہیں رہتا ہے اور اپنی زندگی خوشی سے بسر کرتا ہے" بادشاہ نے پوچھا "کیوں جی! تم شہر میں کیوں نہیں آتے ہو؟" بولا کہ "شہر والے آخر کہاں جاتے ہیں؟ سب یہیں تو آتے ہیں" بادشاہ نے کہا "ارے دیوانے! بات تو عقل کی بولا" دیوانے نے کہا "نہیں۔ اگر میں عاقل ہوتا تو تیری طرح فانی کو باقی پر ترجیح دیتا" بادشاہ کے دل میں یہ بات ایسی گڑی کہ سلطنت چھوڑ چھاڑ کے الگ ہو گیا۔

(۵۰) ایک دادخواہ بادشاہ کے حضور میں گیا اور اپنا حال عرض کیا۔ بادشاہ نے توجہ نہ کی۔ دوبارہ پھر کہا مگر شنوائی نہ ہوئی رونے لگا اور بار بار عرضِ مدّعا کرنے لگا۔ بادشاہ کو غصّہ آیا اور اور جھڑک کر کہا "چل دور۔ میرے سامنے سے یہ دردِ سر لے جا" وہ بولا کہ "میرا گھر تباہ ہو گیا اب سر آپ ہی ہیں اس درد کو کہاں لے

جاؤں ہے" بادشاہ کے دل پر اس بات نے اثر کیا اور اس کا انصاف حسب دل خواہ چکا دیا۔

(۵۱) کہتے ہیں کہ سلطان محمود کسی ظریف پر خفا ہوا اور حکم دیا کہ ببول کی چھڑیوں سے اسے مارو۔ غلام چھڑیاں لینے دوڑے۔ ظریف کو دو زانو بٹھا دیا تھا اور لوگوں کا مجمع کثیر تھا۔ ظریف نے غلاموں سے کہا۔ "بے کار کیوں کھڑے ہو۔ چھڑیاں آئے تک لات مکّی ہی سے کام لو تاکہ بادشاہ خوش تو ہو" اس بات پر بادشاہ کو ہنسی آ گئی اور اسے معاف کر دیا۔

(۵۲) ایک خواجہ کریم النفس کو لکنت تھی۔ ایک احول[1] نے اس کی سخاوت کا شہرہ سن کر گیا اور کہا کہ اگر میرا کچھ وظیفہ مقرر کر دیجیے تو مجھے دگنا نظر آتے۔ خواجہ کو یہ بات پسند آئی۔ غلام کو حکم دیا۔ "دہ دہ دینار بہ ایں بدہ" نوکر تھا تازہ وارد خواجہ کی لکنت کا حال اسے معلوم نہ تھا۔ لہٰذا سو دینار دے دیئے۔ احول نے دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھا کے کہا "الٰہی! خواجہ کی لکنت اور زیادہ کر کہ مسکینوں کو اور زیادہ ملے" وہاں سے آ کر اپنے یار دوستوں سے کہنے لگا "یارو! یہ عجیب بات ہے کہ جو وصف خواجہ کی زبان میں ہے وہی میری آنکھ میں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ وہ حُسن میں شمار ہو اور یہ عیب میں"

[1] ایسا بھینگا جسے ایک کے دو دو دکھلائی دیں ۱۲۰

ایک صاحبِ دل نے یہ سُن کر کہا "ارے بیوقوف! اگر وہ گالی دیتے
بیٹھے گا تو ایک کی جگہ دس گالیاں دے گا۔ تعریف کے قابل جو
چیز ہے وہ لکنت نہیں ہے بلکہ سخاوت ہے"

(نمبر ۵۳) ایک حکیم سے پوچھا کہ فارس کے مورخین یوں نقل کرتے
ہیں کہ سکندر کی ایک آنکھ کی پتلی سیاہ تھی اور دوسری کی
نیلی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کی ایک آنکھ کا رخ اوپر کو تھا
اور دوسری کا نیچے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے؟ عقل میں نہیں آتا۔ حکیم
نے کہا "ہاں لفظ تو یہی ہیں مگر اُس کی حقیقتِ نفس الامری اور
مطلب دوسرا ہے یعنی جیسی کہ عام لوگوں کی عادت ہے کہ ایک
طرف کی خبر رکھتے ہیں اور دوسری طرف سے تغافل۔ سکندر
ان لوگوں میں نہ تھا اُس کی آنکھ کی سیاہی ہمیشہ سوادِ حکمت
کی طرف متوجہ رہتی تھی اور نیلاہٹ (ازرق) لوگوں کے مکر و فریب
(زرق سے) باخبر رہتی تھی۔ اسی طرح جب سکندر کی نظر اوپر
ہوتی تو وہ نیچے والوں سے بے خبر نہیں رہتا تھا بلکہ بالا و پست
ہر دو جانب ایسی نظر رکھتا تھا کہ دنیا کے نشیب و فراز کو ایک
ہی ترازو میں تول لیتا تھا۔

(نمبر ۵۴) ایک خانہ باغ میں چند خوش مذاق اصحاب بلفظِ فارغ البال

کے معنی پر بحث کر رہے تھے۔ شام کا سہانا وقت اور باغ کا خوش نما منظر جولانیٔ طبع کا محرک تھا۔ ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک نیو فیشن صاحب نے بطور قولِ فیصل یہ شعر پڑھ کر بحث کو ختم کر دیا ؎

ڈاڑھی مونچھوں کا سب صفایا ہو ٭ فارغ البال اس کو کہتے ہیں

(۵۵) ایک شکاری صاحب کسی شکارگاہ میں پہنچ کر جانوروں کا حال پوچھنے لگے پوچھتے پوچھتے گدھے کا بھی ذکر آ گیا۔ مہتمم شکارگاہ نے کہا کہ گدھے تو اس جنگل میں ہی نہیں ہاں کبھی کبھی آ جاتے ہیں جیسے کہ آج آپ تشریف لے آئے۔

(۵۶) نواب آصف الدولہ بہادر کے دسترخوان پر مصاحبین وغیرہ حاضر تھے جن میں آغا اور لکھنؤ کے شیخ زادے رئیس بھی تھے ہر قسم کی نعمتیں چنی ہوئی تھیں۔ اتفاق سے سالن میں مکھی گر گئی ایک مشٹنڈے پٹھان نے کہا حضور شیخانی گر پڑی۔ شیخ زادے نے کہا کہ شیخ پتلی دال کے کھانے والے ہیں شیخانی گرتی تو دال میں گرتی ہونہ ہو یہ کوئی پٹھانی ہوگی جو گوشت کے شوربے میں ڈوب مری ہوگی۔

(۵۷) شاہی زمانے میں ایک رنڈی انزار بند بیا ایک نجیب الطرفین

باندھے مجلس میں ناچ رہی تھی ایک سپاہی منش صاحب بھی محفل میں موجود تھے جس کی کمر میں دائیں بائیں دو قرولیاں لگی ہوئی تھیں۔ اُنھوں نے آوازہ کسا کہ کیا زمانہ آیا ہے کہ تمہاری چھوٹی بی جان بھی ہتیار بند ہوگئیں۔ رنڈی نے دست بستہ جواب دیا کہ "جب اس میں سے نکلے ہوئے ایک چھوکڑ دو دو قرولیاں باندھیں تو اس غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ ذرا سا چاقو بھی نہ باندھے"۔

(۵۸) ایک دن مرزا اسد اللہ خاں غالب کو مرزا فتح الملک بہادر نے یاد فرمایا آپ سوار ہوکر قلعہ میں تشریف لے گئے۔ جب غلام گردش میں پونہچے تو صاحب عالم بہادر کے خدمت گار نے اطلاع کی کہ مرزا نوشہ صاحب حاضر ہیں۔ وہ اتنی بات سُن کر کسی اور خیال میں بیٹھ گئے اور مرزا صاحب وہاں ٹہلتے ٹہلتے تھک گئے بڑی دیر بعد خیال آیا کہ غالب کھڑا ہوگا اُسے بُلانا بھول گیا آپ نے ملازم سے ارشاد کیا کہ "دیکھو تو مرزا نوشہ کھڑے ہیں؟" آپ نے وہیں سے جواب دیا کہ "غلام گردش میں آگیا ہے"۔

(۵۹) نادر جو بڑا تیز مزاج بادشاہ تھا۔ ایک روز شہر سے باہر بغرض سیر پا پیادہ خراماں خراماں جا رہا تھا۔ ایک گنوار کو سلام نہ کرنے پر پکڑ

بلوایا اور کہا کہ تو ہم کو نہیں جانتا گنوار اپنی بھولی بھالی زبان میں
اس طرح بول اُٹھا۔ "ارے بیٹھارہ میں جانوں تھارے پیٹ
میں گیہوں کی پھول رہی ہے"۔ نادر کو یہ جواب پسند آیا اور خطا معاف کی۔
(۶۰) ایک صاحب قانون گوئی کے امتحان میں گئے صاحب نے
زبانی سوال کیا کہ تمہارے نانا کا داماد تمہارا کون ہوا۔ دیر تک
اُقلیدس کی شکل۔ جبر مقابلہ کا مسئلہ حل کرتے رہے بعد غور و
تامل بسیار بولے کہ یہ قرابت ہندوستان میں آج تک نہیں ہوئی۔
(۶۱) ایک عورت اپنے واسطے کٹورے میں مالیدہ بھر کر بچوں سے
علیحدہ رکھ چھوڑتی تھی۔ اور روکھی سوکھی روٹی لڑکوں کے لیے
رکھ دیتی۔ جب لڑکے باہر سے آتے تو اُن کو بڑے پیار دلاسے
سے روٹی کھلایا کرتی۔ جب وہ ماں سے کہتے کہ ماں تو بھی کھا
تو جواب دیتی ماں پڑے چولھے میں تم تو کھاؤ۔ ایک دن اتفاق
سے اُس کا لقمہ بچوں نے دیکھ کر کھالیا اور باہر چلے گئے۔
آتے ہی حسبِ معمول ماں سے روٹی کی درخواست کی اور کہا
کہ ماں تو بھی کھا۔ اُس نے اُسی طرح محبت سے کہا کہ تم کھاؤ۔ ماں
پڑے چولھے میں۔ لڑکوں نے جواب دیا کہ "اُس چولھے کے بھروسے
مت رہنا آج اُس چولھے میں ہم پڑ گئے ہیں"۔

(۶۲) کسی ظریف سے کسی نے پوچھا کہ کیوں حضرت آپ کے سر کے بال تو سفید ہو گئے مگر ڈاڑھی کالی۔ کوّے کی طرح کیوں ویسی کی ویسی ہی ہے۔ ظریف نے جواب دیا کہ "بھائی صاحب یہ بیس برس چھوٹی ہے"

(۶۳) ایک راجہ کا وزیر دربارِ شاہی میں حاضر تھا تخلیہ کے وقت بادشاہ نے فرمایا۔ ہم نے سُنا ہے کہ راجہ صاحب کی رانی صاحبہ بہت حسین ہیں وکیل نے عرض کی کہ "پہلے فدوی کو بھی یہی خیال تھا مگر جب سے حضور کی بیگم صاحبہ کو دیکھا ہے وہ خیال باطل ہو گیا"

(۶۴) ایک شخص ایک بہرے سے راستہ میں ملا۔ اُس نے کہا السلام علیکم۔ جواب دیا کہ بازار سے آتے ہیں۔ پوچھا مزاج شریف کہا بینگن لائے ہیں۔ پوچھا۔ بال بچے بخیریت۔ کہا سب کا بھرتہ بنائیں گے۔

(۶۵) ایک مسخرے کو کسی واعظ نے نصیحت کی کہ تو نے تمام عمر تمسخر کیا اور موت قریب ہے توبہ کر۔ ورنہ قیامت میں تجھے سرنگوں لٹکائیں گے۔ مسخرے نے جواب دیا "واللہ یہ بھی ایک تمسخر ہو گا"

(۴۶) ایک مجلس میں سقراط حکیم بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں ایک اور شخص آیا اور وہ پیش دستی کر کے سقراط سے بھی اونچا بیٹھ گیا۔ مگر سقراط نے ذرا اس حرکت پر خیال نہ کیا۔ لوگوں نے کہا اے حکیم یہ شخص جو آپ سے بالا بیٹھا ہے کچھ بھی رتبہ نہیں رکھتا اور افسوس ہے کہ آپ کو اس کی گستاخی سے ذرا بھی رنج نہیں ہوا۔ سقراط نے جواب دیا کہ "یہ دیوار جو ہمارے سامنے کھڑی ہے سب سے زیادہ بلندی پر ہے اور کوئی بھی اس سے برگزیدہ نہیں ہوتا۔"

(۴۷) ایک سیٹھ جی کا کچھ اسباب چوری گیا۔ پولیس میں رپورٹ لکھوانے کو آئے اور چار پانچ ہزار کی چوری لکھائی۔ چونکہ تھانے دار صاحب مسخرے تھے لگے کہنے "لالہ صاحب آپ نے کیا جھوٹ دعوی کیا ہے جو سنتا ہے وہ اس جھوٹ پر تمہارے آگے تھوکتا ہے۔" وہ بولے "داروغہ صاحب بندگی کسی کی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کوئی آگے تھوکے یا کچھ کہے لیکن غضب تو یہ ہے۔ تم جو مستغیثوں سے دل لگی کرتے ہو تھانے داری کے ڈر سے آگے تو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر ہر شخص تمہارے پیچھے تھوکتا ہے۔"

(۶۸) ایک حکیم صاحب علانیہ بڑے فخر سے فرما رہے تھے کہ بھلا کوئی شخص جس کا میں نے معالجہ کیا ہو آکے تو کہہ دے کہ میں نے کبھی تشخیص مرض یا علاج میں غفلت کی ہے۔ یہ سنتے ہی ایک ظریف سے نہ رہا گیا ہنس کر جواب دیا کہ حکیم صاحب آپ نے بجا ارشاد فرمایا۔ کوئی زندہ ہی نہ بچا جو آکر کہے۔

(۶۹) ایک ملّا کسی قدر اونچے پائنچوں کا پاجامہ پہنے ہوئے جاتے تھے۔ اتفاقاً ایک شخص نے یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ یا حضرت یہ پاجامہ کہاں سے آپ کے ہاتھ لگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جہاں اُگتے ہیں۔ سائل نے کہا افسوس آپ نے ایک سال پہلے اس کو اُکھیڑ لیا۔ ورنہ بڑھ جاتا تو آپ کے پورا آتا۔

(۷۰) ایک صاحب بہادر نے چپراسی سے کہا وِل تمہارا پیٹ رشوت کھا کھا کر پھول گیا ہے۔ چپراسی تھا حاضر جواب بولا حضور ہم لوگوں کا پیٹ دال بھات سے پھول جاتا ہے یہ حضور ہی کا پیٹ ہے کہ سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے۔

(۷۱) ایک مجسٹریٹ نے ایک قیدی سے پوچھا کہ تیری کیا عمر ہے۔ قیدی نے جواب دیا کہ پہلے اٹھائیس برس کی تھی اب ستائیس کی رہ گئی ہے صاحب بہادر متحیّر ہو کر بولے کہ فول ہین عمر بھی کہیں

گھٹ سکتی ہی؟ قیدی نے کہا حضور برس دن سے قید ہوں ایک سال اِس میں وضع ہو گیا۔

(۷۲) ایک بدزبان عورت نے اپنی تصویر کھنچوا کر اپنے خاوند کو دکھائی اور اپنے حسن و جمال کی داد چاہی۔ خاوند نے مسکرا کر جواب دیا کہ بیوی میں تو اصل سے نقل کو زیادہ پسند کرتا ہوں کیوں کہ وہ زیادہ زبان دراز ہی اور یہ بالکل بے زبان۔

(۷۳) ایک دن امیر تیمور نے خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر سُن کر ؂

اگر آں تُرکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ کو روبرو بُلایا اور کہا کہ سمرقند میرا وطن ہی اور بخارا میں نے بڑی محنتوں سے فتح کیا ہی اور تو دونوں ایک خالِ ہندو کو بخشے دیتا ہی۔ حافظ نے کہا کہ ایسی ایسی غلط بخششوں ہی سے تو میں فقر و فاقہ میں مبتلا رہتا ہوں۔

(۷۴) ایک عاقلِ بالغ اپنی کمائی کے قدردان پگڑی سے جوتے پر کی گرد جھاڑتے تھے کسی ناصح نے اُن سے کہا کہ کیا عقل کی بات ہی کہ پگڑی سے جوتے کی گرد جھاڑتے ہو۔ فرمایا کہ جوتا بڑی

مجھے حسب حال ایک شعر یاد آیا۔ ؂ مو ہو بہو مشتاق سخن اور اس میں گویائی نہیں ؛ اس لئے تصویر جاناں ہمیں نے کھنچوائی

شفقت سے گئے پیسے سے لیا اور پکڑی تو میری تربیت پہ پڑت سے منفعت اٹھایا ہے

(۷۵) ایک مارواڑی دھوکا دہی کے جُرم میں گرفتار ہو کر آیا تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ یہ پہلے بھی اسی جرم میں گرفتار ہوا تھا مجسٹریٹ نے پوچھا کہ تو نے پھر وہی جُرم کیوں کیا کہ جس جرم سے ابھی تک تیری بریت نہیں ہوئی ؟ جواب دیا کہ "میں کیا کروں جو روپیہ میں نے پہلے لیا تھا وہ تو وکیل کھا گئے جب خالی ہاتھ رہ گیا تو مجبوراً پھر وہی جُرم کرنا پڑا" عدالت میں قہقہہ پڑا اور خفیف جرمانے پر مجسٹریٹ نے رہا کر دیا۔

(۷۶) ایک شخص نے کلکتہ پولیس کورٹ میں یہ درخواست دی کہ مجھ کو میری عورت نے مکان سے نکال دیا اور اب میرے پاس کوئی ذریعہ گذارے کا نہیں ہے اس پر کپتان صاحب پولیس نے حکم صادر فرمایا کہ سائل کے لیے یہی بات قرین مصلحت ہے کہ وہ کسی ایسی دوسری عورت سے شادی کرے جو اُس کی پرورش کر سکے۔

(۷۷) ایک بنیے کے گھر شادی کے تین مہینے بعد لڑکا تولد ہوا۔ تو کوئی حرامی کہنے لگا۔ اور کوئی نطفہ بے تحقیق بتانے لگا۔ ایک دت بقّال نے کہا کہ ذرا میں حساب تو لگاؤں۔ قلم دوات لے کر

پوچھا کہ ... تین مہینے میری شادی کو ہوئے اور تین مہینے ہوئے اور تین مہینے کا لونڈا ہوا۔ میرزا ن سے تو نو مہینے کا بچہ ٹھہرا ... لوگ احمق کیوں بتاتے ہیں۔

(۷۸) ایک صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنے سررشتہ دار سے مہربان ہو کر فرمانے لگے کہ ویل منشی ہم اپنے بابا لوگ کو ولایت پڑھنے کے واسطے بھیجے گا۔ منشی صاحب تھے ظریف کہنے لگے حضور ولایت بھیجنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ وہ اب بھی کھڑا ہو کر پیشاب کی دھار مارتا ہے۔

(۷۹) ایک عورت کھیت کاٹنے میں یہاں تک مشغول تھی کہ اس کو اپنے تن بدن کا ہوش بھی نہ تھا۔ ایک بھلے مانس راستے میں جا رہے تھے دیکھ کر فرماتے کیا ہیں کہ کچہری ڈھانپ۔ وہ بے ساختہ بولی کہ مجھے کچہری سے نکال دیا اب مجھ کو کیا کام پڑا۔

(۸۰) ایک وکیل صاحب شام کو کچہری سے لوٹ کے گھر آتے تھے اتفاق سے ان کا قلم بستہ سے گر گیا۔ ایک صاحب جو راستے میں چلے جاتے تھے انہوں نے اس قلم کو اٹھا کر آواز دی کہ او حضرت آپ کی چھری گر گئی۔ وکیل صاحب پریشان ہو کر کہنے لگے کہ واہ صاحب قلم کو چھری بتاتے ہو۔ اس پر وہ صاحب فرمانے لگے

کہ بجھائیے باتیں نہ بنائیے۔ اس سے آپ نے کتنوں کے گلے کاٹے ہوں گے"۔

(۸۱) ایک لکھنؤ کے امیر بڑے شرابی تھے۔ ایک روز آپ نشے میں باہر نکل کھڑے ہوئے اور کسی نواب کی سواری دیکھ کر پکارنے لگے "ابے اپنا عربی گھوڑا بیچے گا"۔ اس پر نواب صاحب کو بہت غصّہ آیا اور اُس کو گرفتار کرکے عدالت بھیجا۔ خیر بے چارے اپنے ہاتھوں دھرے گئے۔ مقدمہ پیش ہوا تو آپ فرماتے ہیں کہ "حضور میں تھوڑی ہی گھوڑا خریدتا تھا وہ تو چلتا ہوا۔ میں تو صرف بیچ کا دلّال تھا"۔

(۸۲) ایک عورت اپنے فرزند دلبند کو کھلا رہی تھی کہ اُس لڑکے کے والد ماجد بھی آوارد ہوئے۔ بی صاحبہ بچّے کو گلے سے لگا اُٹھلا کر کہنے لگیں کہ "بتاؤ یہ تمہارے کون ہیں؟" لڑکا کہنے لگا "ہمارے ابّا ہیں"۔ آپ مزے میں آکر کیا فرماتی ہیں کہ "واہ یہ تو ہمارے ابّا ہیں"۔ ایک ظریف راہ گیر نے اتفاقاً ان مزیدار باتوں کو باہر سے سُن لیا۔ پھر تامل کیسا اور ضبط کس کا بے تحاشا باہر سے گلا پھاڑ کر آواز لگائی کہ "بے شک آپ ہی کے ابّا ہیں۔ لڑکا بے چارہ بچّہ ہی وہ ان باتوں کو کیا جانے"۔

(۸۳) ایک صاحب پرانے فیشن کے آدمی ایک روپیہ کے پیسے بھنا کر لائے اور گھر آکر گننے لگے۔ اتفاق سے گنتی بھول گئے پھر دوبارہ شمار کئے پھر بھول گئے یہ تماشہ اُن کی نیک بخت بی بی دیکھ رہی تھی۔ ٹھنک کر کہنے لگی کہ چلو ہٹو تم کو کچھ بھی نہیں آتا۔ یہ کہہ کر وہ گننے لگی حسبِ اتفاق کچھ وہ بھی ایسی بو کھلائیں کہ شمار یاد نہ رہا۔ تو ہمارے حضرت موقع پاکر فرماتے ہیں کہ "واہ آپ بھی ہماری بہن ہی نکلیں"

(۸۴) ایک کمبوہ رئیس متمول نے بتقریب شادی داد و دہش بہت کی ایک طوائف گلاب نامی بھی حاضر جلسہ ہوئی۔ رئیس نے نام پوچھا اُس نے گلاب نام بتایا رئیس صاحب نے فرمایا یہ بے فصل کیسا گلاب ہے؟ اُس نے عرض کیا اسی سبب سے کم بو ہے۔ رئیس نے دو چند انعام دیا۔

(۸۵) ایک مریض حکیم صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ کو بخار آتا ہے حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ روز آتا ہے یا باری باری سے۔ مریض نے جواب دیا کہ حضرت روز اور باری تو جانتا نہیں مگر ہاں اتنا جانتا ہوں کہ آج آتا ہے کل نہ آئے گا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ کبھی اسی کو باری کہتے ہیں۔ مریض نے کہا کہ میں باری اُس کو

سمجھتا تھا کہ آج مجھ کو کل حکیم صاحب کو پرسوں اُن کے گھر
(۸۶) ایک مقدمے میں کسی گواہ سے ایک وکیل نے قبل از
یہ کہا کہ تم جو جانتے ہو وہی کہنا سُنی ہوئی بات ہرگز بیان
نے کہا بہت اچھا۔ جس وقت مقدمہ شروع ہوا۔ وکیل نے
کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ گواہ خاموش رہا بار بار کے دریافت
پر بھی اُس نے جواب نہ دیا۔ وکیل صاحب بڑے خفا ہو
گواہ نے جواب دیا کہ آپ ہی نے تو مجھ کو منع کر دیا تھا کہ
بات ہرگز نہ بیان کرنا پس میرا نام سُنا ہوا ہی تو ہے جواب کیا
(۸۷) ایک ایرانی صاحب کا گدھا گم ہو گیا تھا وہ اُس کو
کرتے پھرتے تھے۔ کہ اثناء راہ میں ایک شخص اپنی گدھی کو
جاتا تھا۔ ایرانی صاحب نے جھپٹ کر اُس بیچارے کو
اور فرمایا "باشن قرمساق خر ما کجا می بری"۔ اُس بیچارے
وہ صاحب یہ ہماری تو گدھی ہے اور آپ کا تو گدھا گم
ایرانی صاحب نے کیا جواب معقول دیا ہے "این چہ میگو
چندان خر بنود"

(۸۸) ایک شخص کی ماں اور بہنیں مرگئیں تو وہ کچھ غمگین نہ
چپکا ہو رہا۔ مگر جب اُس کی عورت مرگئی تو خوب رونا پیٹنا

ایک شخص نے اُس سے پوچھا کہ اوبے وقوف جس وقت ماں اور
بہنیں مر گئیں تو کچھ غم نہ کیا۔ حالاں کہ یہ پھر نہیں مل سکتیں؟۔
اور عورتیں تو بیسیوں مل سکتی ہیں۔ پھر اُس کے لیئے کیوں روتا ہی
جواب دیا کہ جس وقت میری ماں اور بہنیں مر گئیں تو ہمسایہ
کی بہت سی عورتوں نے آکر مجھ سے کہا کہ تو کیوں فکر کرتا ہی۔
گو تیری ماں بہنیں مر گئیں مگر ہم تو موجود ہیں۔ ہم کو بھی بجائے
اُنہیں کے سمجھ۔ مجھ کو اُن کے کہنے سے ایک طرح کی تشفی ہو گئی
میں چپکا ہو رہا۔ مگر جب کہ میری عورت نے قضا کی تو کسی نے
یوں نہ کہا کہ تو کیوں فکر کرتا ہی گو تیری عورت مر گئی۔ مگر ہم موجود
ہیں۔ ہم کو بھی بجائے اپنی عورت کے سمجھ۔ اِس لیئے میں حسرت
اور افسوس کے ساتھ روتا ہوں"

(۸۹) کسی کارخانے میں بہت سے مزدور کام کرتے تھے ایک دن
ایک مزدور جو بہت ہنسوڑ تھا کچھ دیر کرکے آیا۔ مالک کارخانہ
نے کہا کہ آج تم دیر کرکے آئے ہو آیندہ دیر نہ کرنا۔ مزدور نے
کہا بہتر۔ آخیر وقت مالک کہیں سے چلا آتا تھا کہ سب مزدوروں
سے پہلے وہی مزدور جاتے ہوئے ملا مالک نے کہا کہ ایک تو دیر
کرکے آئے ہو اور دوسرے پھر سویرے جاتے ہو اُس پر پھر

وہ کہتا ہو کہ اسی خیال سے تو میں سویرے جاتا ہوں کہ دن میں دو بار دیر نہ ہو۔

(۹۰) چند پوستی ایک کنوئیں کے کنارے نشہ پی رہے تھے پانی کی ضرورت کے واسطے ایک صاحب اُٹھے۔ کنوئیں کے کنارے پر پینک آئی۔ کنوئیں میں گر پڑے۔ یاروں عزیزوں نے خبردار ہوکر پوچھا خیر ہو چوٹ تو نہیں لگی وہ بولا نہیں لگی اب تک تو خیر ہو۔ مگر ذرا جلدی نکال لو۔ نکالنے والے بھی بڑے باہمت اور نشہ زور سارے کے سارے پوستی تھے۔ سب نے متفق اللفظ یہی جواب دیا کہ "بھائی ہماری تو یہی دعا ہو کہ جہاں رہو خوش رہو"۔

(۹۱) ایک پادری صاحب کسی اسکول میں امتحان لے رہے تھے۔ کہ ایک لڑکے سے سوال کیا کہ اوسط کسے کہتے ہیں؟ اُس نے جواب دیا جس میں مرغی ہر سال انڈے دیتی ہو یہ سُن کر پادری صاحب بہت گھبرائے۔ لڑکے نے جھٹ پٹ اپنی کتاب کھول کر پیش کی جس میں یہ عبارت درج تھی۔ کہ "مرغی اوسط میں ہر سال پانچسو انڈے تو برابر دیتی ہو"۔

(۹۲) اسکاٹلنڈ کے ایک مشہور ڈاکٹر کو ایک مرتبہ کسی تاجر نے معالجہ کے واسطے بلوایا۔ وقت مقررہ گذر گیا اور اُس کے بعد

بڑی دیر تک ڈاکٹر چہل قدمی کیا کیے۔ تھوڑی دیر کے بعد تاجر آیا اور عذر معذرت کرنے لگا کہ معاف کیجیے گا میں پیچھے رہ گیا تھا ڈاکٹر نے ہاتھ اُٹھا کر جواب دیا کہ اگر آپ پیچھے رہ گئے تو کیا مضائقہ ہوا۔ تیس برس کا زمانہ ہوا کہ میں تمہارے باپ کے اُس دالان میں جو پشت کی طرف واقع ہے دس گھنٹے کامل تمہارے پیدا ہونے کے انتظار میں بیٹھا رہا تھا۔ تم ہمیشہ اسی طرح پیچھے رہ جایا کرتے ہو۔

(۹۳) امرتسر کے آنریری مجسٹریٹوں کی عدالت سے ایک ملزم کو حکم ہوا کہ اپنے گواہانِ صفائی پیش کرو۔ دوسرے دن اُس نے تین مہتر (خاکروب) اور تین بہشتی پیش کر دیئے اس پر بڑی ہنسی پڑی اور ملزم نے عندالاستفسار بیان کیا حضور مہتر اور بہشتیوں سے بہتر صفائی کے حالات کون شخص سمجھ سکتا ہے۔

(۹۴) ایک بی صاحبہ ایک محفل میں رونق افروز رقص و سرود تھیں اثنائے رقص میں وہ رومال جو لپیٹ کر گول مول بنایا ہوا تھا۔ ہاتھ سے گر پڑا ایک زندہ دل ظریف بھی موجود تھے۔ جھٹ تڑ سے بول اُٹھے "بی صاحب آپ کا انڈا گر پڑا" بی صاحبہ بھی ماشاء اللہ ہر ایک طرح کے آدمی سے ملاقات رکھنے والی

اور حاضر جوابی میں یکتا تھیں جواب میں فرمانے لگیں کہ اللہ رے تیری قدرت انڈے کا گرنا اور بچّے کا بولنا۔ یعنی انڈا گرتے ہی بچّہ بول اُٹھا۔ حضرت اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔

(۹۵) نسخۂ مسہلِ گناہان۔ برگِ تواضع۔ تخمِ سخا۔ بیخِ تسلیم۔ تخمِ رضا۔ صمغِ وفا۔ پوستِ صبر۔ اصل الحیا ہمہ ادویہ را ہموزن گرفتہ در ہاونِ استغفار کوفتہ در آبِ صدق تر کردہ بوقتِ تہجّد بدیگِ توکل نہادہ از آتشِ عشقِ الٰہی جوش دادہ بعدہ در پارچۂ زہد صاف نمودہ از بادِ حلم سرد نمودہ و شکرِ شکر آمیختہ در کاسۂ قناعت انداختہ بنوشند یقینِ کامل است کہ موادِ فاسد مثلِ حسد و بغض و کینہ و بُخل و کِبر و عُجب و ریا وغیرہ خارج گردد۔ تالیعہ برب العباد۔

(۹۶) ایک شخص نے جیل خانے میں جاکر ایک قیدی سے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ تمہارے جیسا نمازی آدمی یہاں ہو۔ اُس نے کہا کہ جی میں مسجد میں جانے کا قصوروار ہوں۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ کیسے؟ کیا کوئی مسجد میں جانے سے بھی گرفتار کرتا ہے؟ قیدی بولا کہ نہیں مجھ پر جوتیاں چُرانے کا الزام لگایا گیا ہے۔

(۹۷) چار شخص بہ تلاشِ روزگار صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے

رفتہ رفتہ گئے۔ ایک قوم کا جُلاہا۔ دوسرا تیلی۔ تیسرا دھوبی۔ چوتھا سید تھا۔ صاحب بہادر نے حکم دیا کہ بہتر ہی کہ اُن کے نام اُمیدواروں میں لکھے جائیں۔ محرر منشی نے نام لکھنا شروع کیا جُلاہے نے اپنی ذات شیخ بتلائی۔ اور تیلی نے پٹھان اور دھوبی نے سید بیان کیا۔ اور جب سید صاحب سے دریافت کیا تو آپ کیا فرماتے ہیں مجھ کو خدا لکھو۔

(۹۸) امرت سر میں دو جاٹ حضور قیصرہ ہند کے بُت کو جو جُوبلی کی تقریب میں ایستادہ کیا گیا ہی دیکھ رہے تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ ملکہ کے ہاتھ میں کیا ہی اُس نے جواب دیا کہ داہنے ہاتھ میں قانون ہی اور بائیں ہاتھ میں لاٹھی جو اس کی اطاعت نہیں کرینگے اُن کی اس لاٹھی سے خبر لی جائے گی۔

(۹۹) ایک لالہ صاحب نے اپنے سمدھی کو یہ خط لکھا جو قابلِ دید ہی سمدھی جی سلامت۔ طفلکِ ما بُر دندے۔ وطفلکی را نُبر دندے تف برین بُردندگی۔ کہ طفلک را بُردندے وطفلکی را نُبر دندے اگر بُردندے ہر دو را بُردندے۔ اگر نہ بُردندے ہر دو را نہ بُردندے خیر بُردندے بُردندے اُنچہ در قسمتِ من لکھا باشد چہ کنم۔

(۱۰۰) ایک پنڈت جی مہاراج بڑے حاضر جواب تھے۔ اُن کی

پنڈتانی صاحبہ بھی حاضر جوابی میں اُن سے کچھ کم نہ تھیں اور لڑکے
کا نمبر تو ان دونوں سے بڑھا ہوا تھا۔ ایک روز پنڈت جی اور
اُن کا لڑکا کھانا کھا رہے تھے۔ اور پنڈتانی جی کھانا کھلا رہی تھیں
پنڈتانی نے جو عمدہ کھانا پکایا تھا وہ لڑکے کے آگے رکھ دیا۔ پنڈت
جی اِس بات پر بہت ناراض ہوئے اور اپنی عورت سے کہنے
لگے "کیوں ری حرام زادی تیرا خاوند میں کہ یہ (لڑکا)؟" عورت
نے جواب دیا کہ "میرا بیٹا یہ کہ تو؟" یہ سن کر لڑکے سے بھی خاموش
نہ رہا گیا۔ اپنے باپ سے مخاطب ہو کر بولا کہ "کیوں جی یہ
میری ماں کہ تیری ماں؟"

(۱۰۱) ایک جنٹلمین نے اپنے کتب بینی کے کمرے میں جا کر دروازہ
بند کر لیا اور اپنے ملازم کو ہدایت کی کہ دیکھو لحاظ رکھو جب کوئی
میری ملاقات کو آئے تو اُس سے کہنا کہ "میں موجود نہیں ہوں"
پندرہ منٹ کے بعد جنٹلمین نے سیٹی بجائی۔ لیکن جواب نہ ملا۔
پھر گھنٹی بجائی جب بھی کچھ جواب نہ ملا تب تو نہایت غصہ سے
چیختے ہوئے نکلے اور ملازم کے پاس پہنچے اور کہا کہ "پاگل! تو نے
ہماری گھنٹی کی آواز نہیں سنی" اُس نے جواب دیا "ہاں صاحب میں نے سنی
لیکن چونکہ آپ نے کہا تھا کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں۔ اس لئے میں

سمجھا ہے آپ [illegible] نہیں۔

(۱۰۲) ایک لڑکی سسرال جاتے وقت والدین سے مل کر روتی دھوتی ڈولی پر سوار ہوئی ماں نے سمجھایا کہ بیٹی جی بھاری نہ کرو ہنسی خوشی سے جاؤ کہاروں نے یہ سُن کر کہا اگر بی بی کو ایسا ہی جی بھاری کرنا تھا تو دو دن پیشتر رو دھو کر سفر کی طیاری کرنا تھا اس وقت کے جی بھاری کرنے سے ڈولی میں زیادہ بوجھ ہو جائے گا۔ منزل طے ہونا دشوار ہو جائے گی۔"

(۱۰۳) صاحب۔ ویل منشی تم لوگ بڑا رشوت کھاتا ہے۔

منشی۔ حضور ہم کو تو پوری روٹی بھی پیٹ بھر نہیں ملتی۔

صاحب۔ تو تو جھوٹ کہتا ہے۔ یہ تمہارا توند کس طرح پھول رہا ہے۔

منشی۔ دبی زبان سے حضور ہمارا توند تو کمبخت بادی سے پھول جاتا ہے یہ حضور کا ہی شکم مبارک ہے کہ الا بلا سب کچھ ہضم۔

صاحب۔ کیا ہم رشوت کھاتا ہے؟

منشی۔ جی نہیں میں نے یہ کہا کہ حضور کے پیٹ میں مرغی انڈے مچھلی وغیرہ سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے اور ہمارا پیٹ دال بھات ہی سے پھول جاتا ہے۔

(۱۰۴) لالہ بھائیوں کی فارسی عجب رسیلی ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک

لالہ صاحب نے اپنی بیوی سے ماش کی دال پکوائی۔ دال بگڑ گئی
آپ ہیں کہ جامے سے باہر لگے گل خپ ہونے۔ ؎

للاین سے لالہ نے پکوائی دال — مصالحہ کہا خوب کھی اس میں ڈال
ذرا عمدگی کا بھی رکھنا خیال — وگرنہ مجھے سخت ہوگا ملال
پروسا گیا جب کہ لالہ کو تھال — ہوئے دال کو دیکھ کر سخت لال
للاین سے کہنے لگے او چھنال — پکائی یہ کیا ماش کی تونے دال
مصالحہ کا مطلق نہ رکھا خیال — کھٹائی نہ دھنیا نہ ہی مرچ لال
اگر بہت کچھ دھونڈا پایا نہ مال — ولیکن بتا کیوں بگاڑی ہی دال
بنا کر رہی تھی تو کیا دیکھ بھال — نہ کیوں قولِ سعدی کا آیا خیال
ہوا ہی یہ غصّے سے اب میرا حال — کہے تو ابھی دوں ترا دم نکال
ہمہ با ہوا و ہوس ساختی — دمے با مصالح نہ پرداختی

(۱۰۵) ایک کم سخن شخص کو باتوں میں لگانے کی غرض سے کہا کہ ذرا حضرت یوسف کا قصّہ تو بیان کیجیے کہ وہ کیا ہی؟" اُنھوں نے کہا
"پیرے[۱] بود پسرے داشت گم کرد باز یافت"

(۱۰۶) ایک روز اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ کوئی مقام ایسا بھی ہی کہ جہاں جا کر انسان بے وقوف ہوجائے۔ بیربل نے کہا کہ جہاز بناد

[۱] ایک بڈّھے کا ایک لڑکا گم ہوگیا تھا وہ پھر مل گیا۔۱۲

جمنا پار ایک گاؤں معروف بہ موضع نام موجود ہی۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر ہم جائیں تو بے وقوف ہو جائیں۔ بیربل نے کہا کہ جس طرح سے میں کہوں اُس طرح آپ کریں۔ بادشاہ نے فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہی۔ غرضکہ بیربل قبل سواریِ بادشاہ خود اُس گاؤں میں گیا اور وہاں کے زمینداروں کو جمع کر کے کہا کہ بادشاہ تمہارے ہاں آویں گے تو کوئی بات بادشاہ کی تعریف میں بیان کرنا۔ وہ بولے بہت اچھا۔ لیکن بیربل نے کہا کہ پہلے مجھے تو بتادو۔ چنانچہ ایک چوپال میں جہاں کہ بیربل بیٹھا تھا اور نمبر دہاں کے زمیندار اور چار نمبردار بھی موجود تھے اول زمیندار نے کہا (کہ کیا اچھا چڑھ) دوسرے نے کہا کہ (اکاس پاکی چوٹی پاتال واکی جڑ) تیسرے نے کہا کہ (ہرے ہرے پتوا لال لال پھر) چوتھا جو نہایت کم گو تھا اُس سے بیربل نے کہا کہ مصرع چوتھا ہم بتادیں گے وہ نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا بتائیے۔ چنانچہ بیربل نے اُس کو یاد کرایا کہ "ہمایوں کا بیٹا اکبر گیدی خر" غرضکہ یہ چاروں مصرعے اُن کو ازبر یاد کرا کے یہ کہا کہ تم لوگ پیاز کی گٹھیاں بھر بھر کر نظر کے واسطے لے آنا کیوں کہ بادشاہ کے باورچی خانے میں کام آویں گے وہ لوگ ان باتوں سے نہایت

خوش ہوئے اور بیربل رخصت ہوا بعد پانچ چار روز کے بادشاہ
سے بیربل نے کہا کہ جہاں پناہ چلیئے۔ لیکن اول اپنی کلاہ ہاتھ
میں لے کر اس طرح گھوڑے کو دوڑایئے کہ ہوا نہ لگنے پاوے
اور وہاں جاکر ٹھیریئے گا۔ جہاں بڑ کا درخت ہو غرض بادشاہ
نے ایسا ہی کیا اور بیربل دوسری راہ سے قبل پہنچنے بادشاہ
کے وہاں جا پہنچا اور بادشاہ ایسے طور سے کہ نہ تو کسی نے
بادشاہ کو دیکھا اور نہ بادشاہ نے کسی کو دیکھا جس وقت بادشاہ
پہنچے تو بیربل نے جھک کر سلام کیا بادشاہ نے پوچھا کہ
کہو ہم بے وقوف تو نہیں ہوئے بیربل نے کہا کہ اس سے زیادہ
اور کیا بے وقوف ہوگے کہ سر برہنہ سر پر خاک چھانتے ہوئے
چلے آتے ہو نہ تم نے کسی کو دیکھا اور نہ کسی نے آپ کو۔ بادشاہ
بہت نادم ہوئے اور ایک مونڈھے پر بیٹھ گئے۔ بیربل نے
عرض کیا کہ زمیندار لوگ واسطے نذر کے حاضر ہیں۔ چنانچہ وہ
ہی پیاز کے گٹھے جو زمیندار لوگ لے گئے تھے چادر سے ڈھکے
ہوئے بادشاہ کی نذر دیئے بادشاہ نے خیال کیا کہ یہ لوگ
لڈو لائے ہیں کچھ ہم کھائیں گے کچھ تقسیم کردیں گے جس وقت
زمیندار دست بستہ کھڑے ہوئے بیربل نے کہا کہ تم لوگ

کچھ بادشاہ کی تعریف میں کہو چنانچہ زمینداروں میں سے ایک
نے کہا کہ کیا اچھا یہ بڑ، دوسرا بولا۔ اکاس بائی چوٹی پاتال ای جڑ
تیسرا بولا۔ ہرے ہرے پتوا لال پھر، چوتھا بولا۔ ہمایوں
کا بیٹا اکبر گیدی خر۔ اول تو بادشاہ خوش ہوتے رہے۔ اور جب
چوتھے نے یہ مصرع کہا "ہمایوں کا بیٹا اکبر گیدی خر" بادشاہ
نے خشم آلودہ ہوکر کہا کہ ان کو مارو اور افواج ہمراہی نے پیاز
کے گٹھے مار مار کے بھگا دیا۔ زمیندار لوگ یہ کہتے ہوتے بھاگے
"خوب شد خوب شد چھپاں نشد" اکبر بادشاہ نے بیربل سے
پوچھا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ بیربل نے عرض کی کہ میں پہلے ہی
عرض کر چکا ہوں کہ یہ گاؤں بے وقوف ہے۔ لاچار سواری
بادشاہ کی واپس آئی۔ اور بادشاہ بہت اپنے دل میں نادم ہوئے۔
(۱۰۷) ایک روز اکبر بادشاہ نے بیربل سے دریافت کیا کہ تیرا استاد
کون ہے۔ بیربل نے عرض کیا کہ خداوند نعمت میرا استاد متھرا کا چوبہ
ہے بادشاہ نے کہا کہ کسی روز ہم کو دکھلانا بیربل نے کہا بہت بہتر
اتفاقاً چند روز کے بعد جو سواری بادشاہ کی شہر متھراجی میں گئی
تو بادشاہ کو وہ بات یاد آئی کہ بیربل کے استاد کو دیکھنا چاہیئے
بیربل سے فرمایا کہ بیربل آج اپنا استاد ہمیں دکھلاؤ جب بادشاہ

...رہیں گئے تو کوئی چوبہ نظر نہ آیا کہ جس کو بیربل اپنا اُستاد بتلاتا
...اتفاقاً باہر شہر کے ڈھیر ٹیلے کے اوپر ایک چوبے کا لڑکا آٹھ سات
...کا نہایت کریہ منظر سیاہ فام ایک لنگوٹی باندھے ہوئے
...ا تھا بیربل نے عرض کیا کہ جہاں پناہ میرا اُستاد یہ کھڑا ہوا
... بادشاہ اُس لڑکے کے پاس جاکر کھڑے ہوئے اور لڑکے
...شان وشباہت کو دیکھتے رہے۔ جب لڑکا کچھ نہ بولا۔ بادشاہ
...خود دریافت کیا کہ لڑکے تو کس کا ہی لڑکے نے جواب دیا کہ
...ا چوبے کا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ رنگت تو تو نے خوب رنگوائی
...اس رنگت کی اُجرت میں کیا دیا ہی۔ اُس نے کہا پونے دو پیسے
...یئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ تو نے دمڑی کم کیوں دی ہی۔ چنانچہ
...ہ لڑکا اپنی لنگوٹی کھول کر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور
...ہنے لگا کہ میرا تمام جسم تو سیاہ ہی مگر اس مقام پر ذراسی سفیدی
...ی چھوڑ دی ہی اس واسطے میں نے دمڑی کم دی ہی۔ بادشاہ
...نہایت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ واقعی یہ تیرا اُستاد ہی
(۱۰۸) ایک روز اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ بیربل نمک
...رام حلی اور دعاگوئی نسلی دو شخص لاؤ۔ بیربل نے عرض کیا بہت
...بہتر اور اُسی روز خاص داماد بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ تم کو بادشاہ نے

یاد فرمایا ہی کل دربار میں چلو تو میرے ساتھ چلیئے گا۔ چنانچہ صبح ہی بادشاہ کے داماد صاحب خوب زیور و پوشاک سے آراستہ ہوکر بیربل کے مکان پر آئے اور کہا چلیئے چلتے وقت خدمت گار سے کہا کہ اس کتے کو لے آ وہ خدمت گار کتے کو ہمراہ لے کر بیربل کے ساتھ ہولیا۔ جب دربار میں بیربل پوہنچے تو بادشاہ نے کہا دونوں شخص حاضر کرو۔ بیربل نے اول تو بادشاہ کے داماد کو جو موجود تھا پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت ایک تو یہ حاضر ہیں۔ بادشاہ اپنے دل میں بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ یہ تو میرا خاص داماد ہی لیکن خاموش ہو رہے اور کہا کہ دوسرا شخص کہاں ہی۔ چنانچہ کتا جو خدمت گار کے پاس موجود تھا بیربل نے بادشاہ کے سامنے چھوڑ دیا اور عرض کیا کہ غور فرمایئے ایک ٹکڑا روٹی پر یہ ہر وقت دعاگو رہتا ہی اور دُم ہلاتا ہی اور پیار کرتا ہی اور یہ داماد اگر اس کو ہزاروں یا لاکھوں روپیئے بھی دیجیئے تو پھر بھی دشنام دہی کرے جائے گا۔ پس یہ خیر خواہِ اصلی ہی اور وہ نمک حرامِ نسلی دونوں حاضر ہیں یہ سُن کر بادشاہ خاموش ہو رہے اور نہایت دل میں لجے گئے۔

(۱۰۹) منشی لال اور کپور نام دو کلاونت اکبر بادشاہ کے بہت منہ چڑھے تھے۔ ایک روز دونوں بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے کہا ابے کچھ گاؤ۔ کہا حضور گاؤ نہیں بیل۔ بادشاہ نے کہا ابے کچھ بول کہا حضور مول تیس روپئے، بادشاہ نے کہا کیا حرام زادے ہیں۔ کہا حرام زادہ ہو تو ایک کوڑی نہ لوں۔ اس بات پر بادشاہ خفا ہوئے اور اُن کو دربار سے نکلوا دیا اور فرمایا کہ ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ اتفاقاً ایک روز بادشاہ گھوڑے پر سوار کہیں سیر کو چلے جا رہے تھے اور یہ دونوں بھی بہت فاصلے سے جا رہے تھے۔ ناگاہ اُن دونوں نے جو بادشاہ کو دیکھا تو فوراً ایک درخت پر چڑھ گئے اور جب بادشاہ اُس درخت کے قریب پہنچے تو انہوں نے بھی گھوڑا اُسی جگہ ٹھیرایا اور اوپر کو جو خیال کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی دونوں کلاونت بیٹھے ہیں فوراً بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے تم سے کہا تھا کہ ہمارے ملک سے چلے جاؤ مگر تم نے نہ مانا۔ اُن دونوں نے کہا قبلۂ عالم ہم تمام دُنیا میں پھرے جہاں دریافت کیا کہ یہ کس کا ملک ہے کہا اکبر بادشاہ کا۔ ناچار آسمان پر چلنے کا قصد کیا ہے سو آج پہلی ہی منزل ہے یہ سُن کر بادشاہ ہنسے اور اُن کا قصور معاف کیا۔

(۱۱۰) چوں کہ ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوتی تھی لاچار نجومیوں نے
بہ تنگ آ کر اکبر بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بیربل ہنسے تو مینہ برسے۔
بادشاہ نے ہر ایک طرح کے لطائف و سخنانِ مذاق آمیز بیربل سے
بیان کیئے لیکن بیربل نہ ہنسا تو بادشاہ ناراض ہوئے اور شہر سے
نکلوا دیا اور اُس کے پیچھے آدمیوں کو روانہ کیا اور کہا کہ دیکھو یہ
کہاں جاتا ہے۔ چنانچہ بیربل تمام دن چلتے چلتے شام کے وقت
ایک برج جو قریب شہر کے تھا اُس میں گیا اور ایک طاق جو نہایت
بلند تھا اُس میں جا بیٹھا۔ اتفاقاً ایک گدھے والا اپنا گدھا ڈھونڈتا
ڈھونڈتا بسبب ہونے اندھیرے کے اُس میں آ داخل ہوا اور
تھوڑی دیر میں ایک گنّے والا جو کہ گنّوں کی پھاندی لیئے چلا آتا
تھا وہ بھی اُس برج میں پھاندی رکھ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر
نہ گزری تھی کہ ایک اندھا اور اندھی جو چلے آتے تھے وہ بھی
بسبب اندھیرا ہونے کے اُس برج میں ٹھیر گئے۔ اتفاقاً اندھے
کو جو نفسانیت نے زور کیا تو اندھی سے دست درازی کرکے
چھیڑ چھاڑ وغیرہ کرنے لگا۔ اندھی بولی ارے دیکھ کیا کرتا ہے ایسا
نہ ہو کہ کوئی دیکھے تب اندھا بولا کہ اِس وقت کوئی نہیں دیکھتا
مجھے تل تل دکھائی دیتا ہے اُس وقت گدھے والے نے کہا تو بتا

میرا گدھا کہاں ہی۔ اس بات کے سُنتے ہی اندھی گھبرا گئی اور کہا
ارے کیا کر رہا ہی گنّے والا یہ سمجھا کہ میری پھاندی میں سے گنّا
نکالنے کو کہتی ہی۔ اُس گنّے والے نے کہا کہ اگر نکالے گی تو مارے
جوتوں کے سر پھوڑ ڈالوں گا۔ یہ باتیں سُن کر بیربل کو ہنسی آئی
اور سینہ برسنا شروع ہوا۔ بادشاہ نے بیربل کو طلب کیا اور
حال ہنسی کا دریافت کیا بیربل نے ساری سرگزشت مذکورۂ بالا
بیان کی تو بادشاہ کو بھی بہت کچھ ہنسی آئی۔
(۱۱۱) ملّا دوپیازہ اور بیربل میں باہم ازحد نفاق تھا اور بیربل
ہر وقت اسی تاک میں تھا کہ ملّا کے قتل کا موقع ملے۔ چنانچہ بادشاہ
کو اغوا کر کے ملّا کے قتل پر مستعد کیا اور ملّا کو سامانِ سفر اور
ایک تحفہ دے کر خاقانِ چین کی خدمت میں روانہ کیا اور ایک
علیحدہ رقعہ بھی لکھا کہ جب ملّا آوے تو قتل کرنا۔ چنانچہ جب
ملّا خاقانِ چین کے پاس گئے تو اُس نے ملّا کے قتل کا حکم دیا۔
ملّا نے دست بستہ عرض کیا جو آپ فرماتے ہیں بجا ہی۔ لیکن آپ کا
اس میں سراسر نقصان ہی کیوں کہ ہماری نسل میں سے جس کو کوئی
مارتا ہی وہ فوراً کوڑھی ہو جاتا ہی۔ لہذا اس لیئے بادشاہ نے حضور
میں بھیجا ہی کہ اُن پر کسی طرح کا صدمہ نہ آئے۔ خاقان کو وسواس

پیدا ہوا کہ مبادا ایسا ہی نہ ہو فوراً کچھ انعام دے کر واپس کیا اور ملّا صاحب بیربل کے ستانے کو پھر زندہ اور سلامت آموجود ہوئے۔

(۱۱۲) ایک دفعہ اکبر بادشاہ کے پاس سوداگر عمدہ عمدہ گھوڑے لے گئے بادشاہ نے گھوڑوں کو بہت پسند کر کے خرید کیا اور دیگر گھوڑوں کی فرمائش کر کے سوداگروں کو ایک لاکھ روپئے پیشگی دلوا دیا۔ ایک دن اکبر بادشاہ نے بیربل کو حکم دیا کہ ہمارے ملک میں جتنے بیوقوف ہیں اُن کی ایک فہرست طیّار کرو بیربل نے فہرست طیّار کر کے اول نمبر میں بادشاہ کو لکھا اور خود بدولت کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے اپنا نام دیکھ کر تعجّب سے اُس کے معنی دریافت کیئے۔ بیربل نے کہا حضور نے بے سمجھے بوجھے غیر ملک کے سوداگروں کو ایک لاکھ روپیہ دلوا دیا۔ جواب پھر شکل نہ دکھائیں گے۔ بادشاہ نے کہا درست ہے۔ لیکن اگر وہ گھوڑے لے آئے تب کیا علاج۔ بیربل نے جواب دیا کہ حضور اُس وقت بے وقوفوں کی فہرست میں سے حضور کا نام کاٹ کر اُن کا نام لکھ دوں گا۔ بفور سُننے اس جوابِ معقول کے بادشاہ خاموش ہو رہے اور کچھ جواب نہ بن آیا۔

(۱۱۳) فیضی فیاضی منشی حضرت اکبر شاہ بہادر علاّمۂ زماں تھا۔ اور

اُن کے والد کا نام مبارک تھا۔ اِن کے دروازے پر تازی کتّے
کی جوڑی پلی ہوئی تھی۔ اور عرفی شاعر کہ یہ بھی وحیدِ عصر تھا فیضی
فیاضی کی ملاقات کو آیا اور کتّوں کو دیکھ کر پوچھا کہ اسمِ[1] سگانِ
تو چیست؟ فیضی نے جواب دیا کہ ہمیں[2] از اسم ہلائے عرفی۔ اس
پر عرفی نے کہا خدا[3] اکند کہ مبارک شود۔

(۱۱۴) ایک روز اکبر بادشاہ اور بیربل کسی باغ میں تنہا سیر کر رہے
تھے۔ اتفاقاً باغ میں کوئی شخص انگور چُرانے آیا۔ بیربل نے
اُسے دیکھ کر للکارا اور کہا تو کیا کرتا ہی۔ اُس نے کہا کہ پاخانہ پھر
رہا ہوں۔ بیربل کو غصّہ آیا تو اُس سے کہا کہ پاخانہ کہاں پھرا ہی۔
اُس نے جلدی سے ایک ذرا سا گوبر اُٹھا کر دکھایا۔ بیربل نے
کہا اری بیل یہ تو گائے کا گوبر معلوم ہوتا ہی۔ تیرا پاخانہ نہیں ہی۔
اُس نے جواب دیا کہ آپ نے جو للکارا تو میں ڈر کر آدمیت سے
نہ ہگ سکا۔ گائے بیل کی طرح پاخانہ خطا ہو گیا۔ بیربل کو بہت
ہنسی آئی۔ اور بادشاہ ہنستے ہنستے بے تاب ہو گئے۔

(۱۱۵) ایک روز اکبر بادشاہ اور ایک جوہری کی یہ شرط ہوئی کہ
بازی شطرنج کھیلتے ہیں مگر جو شخص ہارے وہ یا تو لاکھ روپئے دیوے
یا اپنی جورو حوالے کرے۔ پس جب شطرنج کھیلنے ہر دو شخص بیٹھے

[1] تمہارے کتّوں کا نام کیا ہی؟ [2] یہی معمولی نام۔ [3] خدا مبارک کرے۔ ۱۲۰

تو اکبر بادشاہ کی بازی اتفاقاً پست ہوئی اور یہاں تک نوبت پوہنچی کہ ایک چال میں کشت مات ہوتی تھی۔ چنانچہ اکبر بادشاہ نے اُس بازی کو ملتوی کر دیا۔ اور متفکّر ہو کر اپنے محل میں گئے اور جہاں بیگم سے مشورہ کیا کہ ہم بیگم ہار گئے ہیں۔ اب تمہیں جوہری کے ہاں جانا ہوگا۔ بیگم نے جواب دیا ؎

تو بادشاہ جہانی جہاں زدست مدہ ٭ کہ بادشاہِ جہاں را جہاں بکار آید

بادشاہ لاجواب ہو کر حیات بیگم کے پاس گئے اور وہ بات اپنے ہارنے کی اور جوہری کے یہاں جانے کی بیان کی حیات بیگم نے کہا ؎

جہاں خوش است ولیکن حیات مے باید ٭ اگر حیات بناشد جہاں چہ کار آید

جب یہاں سے بھی مجبور ہوئے تو فنا بیگم سے ذکر کیا۔ فنا بیگم نے بھی بے ساختہ یہ کہا ؎

جہان و حیات این ہمہ بے وفاست ٭ فنا را نگہدار آخر فناست

جب ان تینوں سے جواب باصواب پاکر مایوس ہوئے تب مجبوراً مسماۃ دلارام جو حرم تھی اُس سے کہا کہ ہم نے تینوں بیگمات سے کہا اور انھوں نے جواب دے دیا پس اب تجھے جانا ہوگا اُس نے کہا کہ مجھے کچھ عذر نہیں ہے لیکن اُس بازی کو میں بھی ایک نظر دیکھ لوں۔ اگر مات ہوئی تو میں جانے کو طیار ہوں

ورا اگر میری کچھ سمجھ میں آ گئی تو میں بھی بتا دوں گی۔ بس بادشاہ نے چلمن میں بٹھا کر بازی کھیلنی شروع کی دلارام نے دیکھ کر کہا ۵
شاہا دو رخ بدہ و دلارام را مدہ ٭ فیل و پیادہ پیش کن و اسپ کشت مات
فوراً اُسی وقت بادشاہ نے جوہری کو مات دی اور جورو کا دعویٰ کیا۔ جوہری نے لاکھ روپیئے دیئے۔ بادشاہ نے کچھ عرصے بعد معاف کیا جوہری خوش ہوتا ہوا اور دعائیں دیتا ہوا گھر گیا۔

(۱۱۶) ایک روز اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ وہ کام کونسا ہے کہ جو بھوکی میں بدی حاصل ہووے۔ بیربل نے عرض کیا کہ حضور پُر نور یہ بات ملّا دوپیازہ کو بلا کر دریافت کریں کیوں کہ وہ خوب جانتا ہے۔ بادشاہ نے اُسی وقت ملّا دوپیازہ کو بلا کر دریافت کیا تو ملّا بولا کہ حضور اس کام کو میں خوب جانتا ہوں لیکن اس وقت میں بسبب تشنگی و گرسنگی کے کچھ نہیں کہہ سکتا اور باعث یہ ہے کہ جس وقت حضور نے یاد فرمایا تھا میں اُس وقت کھاتا کھاتا ہی تھا مگر بخوفِ حضور فوراً چلا آیا۔ لیکن اس وقت طاقت کہنے کی میں اپنے میں نہیں دیکھتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب یہ نوبت ہے تو یہاں تک کیوں کر چلے آئے۔ ملّا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور میں تو انسان ہوں جانور بھی بعد فسخ ہونے

کے دوچار قدم تڑپتا ہوا اچھلا جاتا ہے۔ مگر بول نہیں سکتا۔ بادشاہ نے یہ جواب ملّا کا سُن کر باورچی کو حکم دیا۔ باورچی نے حسب الحکم بادشاہ بہت عمدہ نفیس کھانا ملّا کے لیئے لا حاضر کیا۔ ملّا دوپیازہ عمدہ کھانا باورچی سے لے کر باہر چلنے لگا۔ اکبر بادشاہ نے کہا کہ یہیں کھاؤ ملّا صاحب مجبوراً وہیں نوش فرمانے لگے۔ جب کھانے سے فراغت ہوئے تو بادشاہ نے کہا بتاؤ وہ کیا کام ہے کہ نیکی کرے اور بدی ملے۔ ملّا نے کہا کہ میں نے عرض تو کر دیا تھا بادشاہ نے کہا کہ ہم نہیں سمجھے کہ تم نے کیا کہا تھا۔ مجبوراً پھر ملّا نے کہا کہ حضور آپ نے جو مجھے کھانا کھلایا ایسا نفیس اور عمدہ تھا کہ میں نے کبھی آج تک خواب میں بھی نہ دیکھا تھا مگر حضور نے جو ہیں کھانے کے واسطے فرمایا تو بندہ نے کھانا کیا کھایا ہے خونِ جگر پیا ہے۔ بادشاہ نے یہ سُن کر کہا کہ واقعی نیکی میں بدی ملی۔

(۱۱۷) کسی رئیس نے اپنا مکانِ نو تعمیر آراستہ کر کے دوست احباب کی دعوت کی جس میں ملّا دوپیازے اور بیربل بھی موجود تھے۔ اہلِ دعوت نے عمدگیِ مکان کی تعریف کی۔ مگر بیربل یوں بول اُٹھے کہ عمارت تو خوب دل چسپ ہے لیکن دروازہ البتہ تنگ ہے کہ مُردے کی چارپائی مشکل سے نکلے گی۔ صاحبِ خانہ کو یہ کلمہ

ناگوار گزرا اور بیربل کی شکایت اُن کے دوست دلی ملّا دوپیازے سے کی۔ اُنھوں نے بعد بہت سے عذر کے فرمایا کہ بیربل نہایت مسخرہ ہی اور اُس کی کوئی بات ظرافت سے خالی نہیں کیونکہ دروازہ تو آپ کا اتنا چوڑا ہی۔ کہ اگر آپ کا سارا خاندان مر جائے تو سب کی لاشیں بلا دقّت نکل سکتی ہیں۔ یہ سُن کر صاحبِ خانہ نے فرمایا کہ آپ نے تو بیربل سے بھی بڑھ کر تیر مارا کہ ہمارے تمام خاندان کا کام تمام کیا۔ یہ سُن کر ملّا دوپیازہ سروقد کھڑے ہو کر آداب بجالائے اور کہا بندہ کس لایق ہی۔ یہ آپ کی محض قدردانی اور عنایت ہی کہ جو آپ نے میرا کہنا پسند فرمایا۔

(۱۱۸) ایک طالبِ علم ملّا دوپیازے سے جو کہ اُس کے اُستاد تھے مدّت سے عروض و قافیہ پڑھتا تھا۔ جب کچھ سمجھنے کے لایق ہوا تو ایک دن اپنے اُستاد سے کہا کہ اُستاد ہمارا بھی دل چاہتا ہی کہ شاعری کریں اُستاد نے کہا کہ بیٹا کیا مضائقہ ہی علم اسی واسطے سیکھا جاتا ہی کہ اُس پر عمل ہو۔ شاگرد نے کہا کہ ایک مصرع طرح کا زبان سے فرما دیجیے۔ اُس پر میں غزل کہہ لاؤں۔ اُستاد نے یہ مصرع خسرو کا لکھ دیا ؎

"شاہاں[1] چہ عجب گر بنوازند گدا را"

[1] بادشاہوں سے [illegible] کچھ [illegible] ایک فقیر کو [illegible] سرفراز فرماویں ۱۲۰

اُس پر مصرعے لگاتے ہیں ؎

اُستاد کو میدان میں کل ہم نے پچھاڑا ٭ چھاتی پہ چڑھے کودے کے ڈاڑھی کو اُکھاڑا

فریادی ہیں اُستاد شہنشاہ کے آگے ٭ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اُستاد کے مصرعے پہ لگاتے ہیں گرہ ہم ٭ شاعر ہمیں کر دیجئے یا پیر بخارا

یہ طرفہ غزل ہم نے کہی مولوی صاحب ٭ اصلاح سے دل کیجیئے خورسند ہمارا

مُلّا دوپیازے نے جب غزل ملاحظہ فرمائی جل ہی تو گئے مگر غصّے کو روک کے فرمایا کہ غزل لایقِ اصلاح نہیں ہے الآشعر چار ہی ہیں تاہم ایک شعر اور زیادہ کیئے دیتے ہیں۔ اُستاد نے فرمایا ؎

یہ طرفہ غزل لائے ہیں اُستاد کے آگے ٭ صد لعنت و پھٹکار جنہیں ذہن ہے سارا

(۱۱۹) اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ میں ایک مصرعہ کہتا ہوں اگر تم نے اُس پر دوسرا مصرعہ نہ لگایا تو میں سخت پیش آؤں گا۔ بیربل نے عرض کیا بہت اچھّا آپ مصرعہ پڑھیں۔ اکبر شاہ ؎ سُنیئے

ع "درد پیدا ہو گیا یاں ہاتھ میں واں پاؤں میں"

سبحان اللہ کیا مصرعہ ہے لیجیئے جیسا شعر آپ چاہتے ہیں ویسا ہی شعر طیّار ہے۔ اکبر بادشاہ فرمایئے میں بہت مشتاق ہوں بیربل سُنیئے مگر بے انصافی نہ کیجیئے گا ؎

رات بھر طبلہ بجایا تم نے وہ ناچا کیئے ٭ درد پیدا ہو گیا یاں ہاتھ میں واں پاؤں میں

اکبر بادشاہ نے جھیپ کر فرمایا۔ اگر تم نے کی جگہ ہم نے ہوتو اور زیادہ لطف آئے۔ بیربل بجا ہے۔ آپ یوں ہی فرمایئے بے شک زیادہ لطف ہوگا۔ اس پر بادشاہ زیادہ شرمندہ ہوئے۔

(۱۲۰) ملّا دوپیازہ اور بیربل کی جب ایک معاملہ میں عدالت تک نوبت پہونچی تو اپنی پیروی مقدمہ کے واسطے بیربل نے ایک وکیل صاحب کو جن کو آشوبِ چشم کا مرض تھا لا کھڑا کیا۔ وکیل صاحب عدالت کے روبرو آنکھیں دکھاتے ہوئے آئے بحث سے پہلے جب وکیل صاحب نے آنسو پوچھے۔ تو ملّا صاحب نے حاکمِ عدالت سے بادب عرض کیا کہ حضور بغیر مقدمہ دیکھے فیصلہ دیجئے۔ کیوں کہ بیربل کا وکیل رونے لگا آپ اُس کا حق ادا کیجئے اور ڈگری دیجئے۔ کیوں کہ بیچارہ پہلے ہی سے رو رہا ہے۔ حاکم نے سُنتے ہی قہقہہ لگایا اور ڈگری دی۔ وکیل نے ملّا سے کہا کہ میں تجھ پر ہتک کی نالش کروں گا۔ ملّا نے کہا کہ تو کیا کیجواب تو تیرے رونے سے میرا مقدمہ سُدھر گیا۔

(۱۲۱) ایک روز اکبر بادشاہ کی سواری مع سامانِ جلوس شہر میں جاتی تھی کہ یکایک ایک عورت حاملہ نہایت بدصورت شیطان سیرت کہ جس کی شکل دیکھتے ہی بے ساختہ مُنہ سے لاحول نکلے۔ بادشاہ

کو نظر آئی ہے کہ جس کی درازی شکم وغیرہ کو دیکھ کر بادشاہ کو خیال
آیا کہ ایسا کون شخص ہے جو اس سے ہم صحبت ہوا یہ خیال دل میں
کرکے اعلانِ عام دیا کہ جو کوئی اس عورت کے حمل کے بانی مبانی
کا پتہ لگادے گا پانسو روپیئے انعام پائے گا۔ جب یہ خبر فرحت
اثر نزدیک و دور مشہور ہوئی تو ملّا صاحب ایک گوشۂ مسجد میں
اپنی حیاتِ مستعار بسر کرتے تھے نہایت خوش ہو کر اور اثناء
راہ میں سے ایک شخص خوش قطع اور خوب صورت کو پکڑ کر دربار
میں جا حاضر ہوئے اور دست بستہ ہو کر اور زمینِ خدمت چوم
کر عرض کیا کہ غریب پرور فاعل اُس فعل کا یہ شخص ہے بادشاہ
کو ایسے خوش وضع کو دیکھ کر کمال تعجب ہوا کہ ایسا ثقہ صورت
اور اس زشت رو عورت سے حرکت کرے بادشاہ نے ملّا سے
کہا کہ تم نے اس کو کیوں کر خیال کیا؟ ملّا صاحب نے عرض کیا
کہ حضور اگر میں دروغ کہتا ہوں تو جو چور کا حال سو میرا حال۔
بادشاہ نے اُس شخص سے دریافت کیا کہو یہ بات درست ہے؟
اُس نے انکار کیا اور کہا حضور بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ
اچھّا اُس عورت کو بُلانا چاہیئے۔ حسب الحکم بادشاہ وہ عورت
بھی حاضرِ دربار ہوئی۔ بادشاہ نے اُس سے دریافت کیا کہ سچ بتا

یہ حمل کس کا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نام سے واقف نہیں پر شکل بے شک پہچانتی ہوں بادشاہ نے چند آدمیوں میں اُس شخص کو کہ جسے ملّا صاحب لائے تھے کھڑا کر رکھا تھا عورت نے دیکھتے ہی فوراً بتلا دیا اور چوں کہ اُس عورت کو ایّام حمل پورے ہونے کو تھے دوسرے ہی روز لڑکا اُس شخص کی ہم شکل و ہم صورت پیدا ہوا۔ پھر تو بادشاہ کو یقین کامل ہوا اور ملّا صاحب کو طلب فرما کر دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیوں کر سراغ لگایا؟ ملّا نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ شخص ایک پرنالے کے نیچے کھڑا پانوں کی صافی تر کر رہا تھا اور اپنا ہاتھ اور منہ بھی دھو رہا تھا میں نے خیال کیا کہ کیسا غلیظ تو پانی ہے۔ مگر اس کو ذرا بھی کراہت نہیں آتی جب اس شخص کو اتنی عقل نہیں تو اس سے ایسا امر ظہور میں آنا کچھ مشکل نہیں بادشاہ نے ملّا صاحب کی یہ تقریر پُر تاثیر سُن کر اُن کی عقل و دانش پر ہزار آفریں کی۔ اور خلعتِ بے بہا ملّا کو دے کر فرمایا کہ ملّا صاحب تم ہر روز دربار میں آکر شریکِ دربارِ خاص و عام ہوا کرو۔

(۱۳۲) ایک روز علمار شہر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مُلّا محض بے علم ہے۔ اور ایسی دلیلیں اکبر بادشاہ کو بتائیں کہ جن سے بادشاہ کو

بھی یقین ہو گیا لہٰذا حکم دیا کہ کل کے روز دربارِ عام میں ملّا کا امتحان لیا جائے گا۔ چنانچہ دوسرے روز جمیع علماء و فضلاء شہر جمع ہوئے اکبر بادشاہ نے ملّا کو بُلا کر فرمایا کہ ملّا صاحب آج آپ کا امتحان ہو گا۔ یہ سُن کر ملّا حیران ہوا اور عرض کی کہ جہاں پناہ حکم ہو تو پہلے میں ایک لغت اِن جملہ صاحبان ذی علم سے دریافت کروں بادشاہ نے فرمایا کہ اچھّا کیا مضائقہ ہے۔ ملّا نے اہلِ دربار کی طرف مخاطب ہو کر کہا (تن تسر بھدیں) کے معنے بتلا دیجئے پھر چاہے جو کچھ بندے سے دریافت کیجئے۔ یہ سُن کر تمام علماء حیران ہوئے اور اس لغت کے معنے اپنی اپنی میزانِ عقل میں تولنے لگے مگر بعد بڑے غور و تامل کے یہ امر قرار پایا کہ ہم اس کا جواب کل دیں گے لیکن تمام کتابیں اُلٹ ڈالیں مگر اِس لغت کا کہیں پتہ نہ پایا ناچار دوسرے روز سب علماء نے متفق ہو کر بادشاہ سے عرض کی کہ ہم نے خوب فکر کی لیکن ہم سے اس لغت کا حل نہ ہو سکا لہٰذا حضور سے معافی کے اُمیدوار ہیں جس وقت یہ خبر ملّا کو ہوئی تو ملّا نے کہا کہ سب علماء اپنے ایک کاغذ پر دستخط کر دیں کہ ہم سے اِس لغتِ ادق کے معنے حل نہیں ہوتے، ناچار سب عالموں نے اپنے اپنے دستخط کر دیئے

پھر تو وہ کاغذ ملّا نے بادشاہ کے روبرو پیش کیا اور عرض کیا کہ
حضور جب ایک لفظ کے معنے ان سے حل نہ ہو سکے تو یہ لوگ
میرا امتحان کیا لیں گے بقولِ کہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند
بادشاہ نے اُس کی عرض قبول کر کے تمام علماء کو رخصت کیا
اور تخلیہ میں ملّا کو بلا کر فرمایا کہ مجھ سے تو اس لغت کی تشریح
بیان کر۔ ملّا نے گزارش کیا کہ عالی جاہ جب میں دہلی سے ایران
کو گیا تھا تو اثناء راہ میں ایک سرائے میں رہنے کا جو اتفاق
ہوا تو اُس کے دروازے پر ایک گول گھیئے کی بیل تھی اور نیچے
ایک بکری بندھی ہوئی تھی۔ اتفاقاً بیل میں سے جو ایک گھیا ٹن
دلیسی ٹوٹا اور سوکھے اور مردہ پتّوں میں سے تسر کرتا ہوا
بکری کی پیٹھ پر سے بھاد دلیسی گرا بکری نے کہا میں۔ پس اُس جگہ
پر میں نے اس لغت کو یوں موضوع کیا یعنی (ٹن تسر بھد میں)
پس بادشاہ اس لغت کو سُن کر نہایت خوش ہوئے
اور ملّا صاحب کو بہت کچھ انعام واکرام بھی دیا۔

(۱۲۳) ملّا صاحب پر اکبر بادشاہ کا عتاب نازل ہوا تو یہ شہر سے
نکل گئے اور ایک عرصہ دراز میں مُلک در مُلک پھرتے ہوئے ایران
میں داخل ہوئے تو ایک مسجد میں جاکر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ

ایک سپاہی ہتیار بند نے دریافت کیا کہ (چہ نام داری) ملّا نے جواب دیا کہ محمد عمر۔ یہ سن کر سپاہی کو غصہ آیا اور تلوار کھینچی ملّا صاحب جلدی سے غسل خانے میں گھس گئے اور باہر سپاہی تلوار کھینچے اُن کی ہلاکت کے واسطے کھڑا رہا۔ جب ملّا غسل سے فراغت پاکر باہر آیا تو سپاہی نے پھر دریافت کیا کہ (چہ نام داری) ملّا نے جواب دیا کہ عنایت علی یہ سن کر سپاہی نہایت خوش ہوا اور کہا کہ (اوّل چرا دروغ گفتہ بودی) ملّا نے جواب دیا کہ (من درآں وقت ناپاک بودم درحالیکہ پاک شدم نامِ علی برزباں آمد) سپاہی نہایت خوش ہوا۔

(۱۲۴) ایک روز اکبر بادشاہ گیتی پناہ گلزار رشک بہار میں سیر کناں تھے ایک بار لالہ داغ دار پر نگاہ پڑی تو یہ مصرع رشکِ شہنشاہ زباں پر گزرا۔ ع۔ "لالہ درسینہ داغ چوں دارد" اس میں امیر خسرو نیک خو نے عندلیب زبان کو قفسِ سکوت سے پرواز دے گلشنِ تقریر میں متفرر کیا اے گلشنِ حدیقہ جاودانی والے سروِ باغِ کامرانی۔ فی الحقیقت ع۔ "لالہ درسینہ داغ چوں دارد" لیکن جوا مصرع ثانی "عمر کوتاہ غم فزوں دارد" یہ مطلع بوقلموں پر مضمون سن کر ایک طرف سے بیربل اکمل مثلِ بلبل ہنس کر کہنے لگے

پیر و مرشد برحق غلام ناکام یوں گستاخی کرتا ہے شعر

لالہ در سینہ داغ چوں دارد * سبز شاخے بزیر کوں دارد

قطعہ۔ بیربل کا یہ مصرع ثانی "سن کے اکبر ہوا بہت خورسند"

قدردانِ سخن جو ہیں سچ ہے * وہی کرتے ہیں لطفِ شعر پسند

(۱۲۵) ایک دفعہ بادشاہ نے ملا صاحب سے فرمایا کہ کوئی ہنسی ایسی کرو کہ آج تک نہ ہوئی ہو۔ ملا نے عرض کیا کہ جہاں پناہ کچھ عرصے کے بعد غلام تعمیل کرے گا۔ بادشاہ نے منظور فرمایا چنانچہ جب عرصہ دراز گزرا اور ملا صاحب کسی وجہ سے مورد عتاب حضورِ پُرنور ہوئے اور یہ حکم ہوا کہ ملا شہر بدر کر دیا جائے تو ملا صاحب کو یہ خیال آیا کہ اکثر ملکوں میں یہ شاہ حکم ران ہے کہاں چھپ کر رہنا چاہیئے۔ ناچار یہ ہیں ارولی پربت کی کسی کھوہ میں ڈاڑھی اور مونچھیں منڈا بن گرو کے چیلے بن کر دھونی رما کر جا بیٹھے اور جب ایک مدت کے بعد اُن کی طبیعت شہر میں آنے کے واسطے گھبرائی تو دربار میں باریاب ہونے کی تدبیر سوچی بعد غور و تامل ذہن میں یہ بات آئی کہ بادشاہ نے فرمایا تھا کہ کوئی ہنسی ایسی ہو جو آج تک نہیں ہوئی، اب اُس کا سامان کرنا چاہیئے۔ سوائے اِس کے اور کوئی تدبیر بہتری کی نظر

نہیں آتی۔ یہ سوچ کر ایک روز اُنھوں نے بہت کچھ کتان پارچہ سفید کے
منگا کر اور اپنے سر پر لپیٹ کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے جب کہ
تمام اہلِ شہر میں غل مچا کہ کوئی درویش بزرگ صورت فرشتہ
سیرت پہاڑ پر بے طمع بیٹھا ہی۔ پھر تو ہر شخص دوڑنے لگا اور
اکثروں نے جا جا کر بہت کچھ اُن سے استفسار کرنا چاہا۔ لیکن
اُنھوں نے مطلق زبان نہ ہلائی اور رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ
کے بھی گوشِ زد ہوئی۔ بادشاہ نے اس بات کے سُنتے ہی
قصدِ ملاقات فرمایا جب بادشاہ بھی وارد ہوئے اور دیکھا تو
واقعی خلقت کا کہنا درست پایا۔ بادشاہ دست بستہ ہو کر اُن
کے روبرو کھڑے ہوئے مگر اُنھوں نے حسبِ عادت بادشاہ
سے بھی کچھ نہ کہا جب بادشاہ نے بہت کچھ عجز و انکسار کیا تو
ملّا صاحب نے اشارہ اپنے پاس آنے کا کیا بادشاہ بہایت
ادب سے پاس گئے۔ اُنھوں نے بادشاہ کے کان سے اپنا مُنہ
لگا کر کہا کہ میں فرشتہ جنّت کا ہوں اور خداوند عزّ و جل نے
مجھ کو تیرے پاس بھیجا ہی اور آج کے آٹھویں روز یعنی عید کے
دن خدا کی طرف سے حُلّہ جنّت لا کر تجھے پہناؤں گا اور شناخت
اُس کی یہ ہی کہ جو حلالی ہوگا وہ بخوبی اُس حُلّہ کو دیکھے گا۔ اور جو

حرامی ہوگا وہ اُس کے دیدارِ فیض آثار سے محروم رہیگا یہ سُنتے
ہی بادشاہ نہایت شاد و خرم واپس آئے اور شہر میں آکر
سب کو اس بات سے مطلع کر دیا بلکہ شہر میں وہ روز نہایت
ہی خوشی کا گزرا اور یوم عید کی ایک تو خوشی ہوتی ہی ہی لیکن
اس خبر کے سُنتے ہی دو بالا فروغ پکڑا حاصل کلام جب یوم
عید ہوا تو بادشاہ بڑے کرو فر سے شان و شوکت سے اُس
درویش کے پاس گئے اور اُس فرشتہ کو اُسی طرح بیٹھا پایا
اُس نے اشارہ کیا کہ تمام کپڑے اپنے اُتار ڈال. بادشاہ
نے فوراً حکم کی تعمیل کی پھر اُس فقیر صائب تدبیر نے ایک
ہاتھ اپنا سر سے پیٹھ تک اور دوسرا ہاتھ پیر سے کمر تک اس
طور سے جیسے کوئی کپڑے پہناتا ہی اور پھر سر پر ہاتھ بطور
عمامہ کے پھیرا اور پوچھا کہ کہو یہ لباس کیسا ہی؟ بادشاہ اپنے
آپ کو برہنہ دیکھ کر دل میں نہایت متفکر ہوئے ناچار یہ
خیال حرامی ہونے کے بیان کیا کہ سبحان اللہ کیوں نہ ہو یہ کہہ
کر ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی طرف پھرے جو کہ خلقت بادشاہ
کی منتظرِ دیدار تھی ہر ایک شخص کیا دیکھتا ہی کہ بادشاہ برہنہ ہاتھی
پر سوار چلے آتے ہیں. لیکن یہ خیال اس بات کے کہ اگر بادشاہ

کو برہنہ بتاتے ہیں تو حرامی کہلاتے ہیں ایک دوسرے سے مطلق ذ
نہ کرتا تھا۔ بادشاہ جس وقت اپنے مکان پر پونہچے تو بیربل کو حلہ
جنّت دکھایا بیربل نے خوب سراہا اور عرض کیا کہ جہاں پناہ یہ
آپ کے انصاف کی خوبی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے یہ حلۂ جنّت مرحمت
فرمایا پھر تو بادشاہ اپنے دل میں اور بھی پشیمان ہوئے اور
خیال حرامی ہونے کا اپنے دل میں کر کے محل میں جا کر اپنی وال
سے دریافت کیا کہ یہ کیا سبب ہے جو سب کو حلۂ جنّت دکھائی
دیتا ہے اور میں اس سے محروم ہوں۔ اُن کی والدہ نے پائجامہ
اُٹھا کر دیا اور کہا اس شرعی پوشاک کو پہنو اور حلۂ جنّت کو دیکھ
بادشاہ نے جب پائجامہ پہنا تو واقعی تمام جسم کو برہنہ پایا
پھر تو نہایت غیظ و غضب میں آ کر حکم دیا کہ اُس فقیر بے پیر کو
پکڑ لاؤ فوراً درباری لوگ دوڑے گئے وہاں دیکھتے ہیں
تو اُن فرشتے صاحب کا نام بھی نہیں ناچار حضور میں آ کر عرض
کیا بادشاہ نے اشتہار دیا کہ جس شخص نے ایسا کیا ہے وہ آ
اور دس ہزار روپیئے انعام لے جائے۔ پھر تو ملّا صاحب آ کر
موجود ہوئے بادشاہ نے اُن سے دریافت کیا اُنہوں نے
عرض کیا کہ حضور نے حکم دیا تھا کوئی ہنسی ایسی کرو کہ آج تک

نہ ہوئی ہو۔ غلام تعمیلِ حکم بجالایا۔ بادشاہ لاجواب ہوئے۔ اور علاوہ انعام کے شہر کی سکونت کا بھی حکم دیا۔

(۱۲۶) ایک دفعہ ملّا صاحب جب مقام ہانڈی جوکہ ایک شہر کا نام ہی۔ پونہچے تو اُنھوں نے لوگوں سے کہا کہ اب ہم یہیں مر جائینگے کیوں کہ ہم دوپیازے ہیں اور اس شہر کا نام ہانڈی ہی اور دو پیازہ اکثر ہانڈی ہی میں پکتا ہی۔ پس لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ کو کہیں پونہچا دیا جائے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اب دو پیازہ ہانڈی سے کہاں جاتا ہی۔ حاصل کلام دوسرے روز تک اُن کی طبیعت علیل رہی تیسرے روز اُن کا بیٹھے بیٹھے دم نکل گیا۔ جب کچھ عرصے کے بعد اُن کے دوست آشناؤں کو خبر ہوئی کہ ملّا صاحب جو شاہجہاں آباد سے آئے تھے وہ مر گئے فوراً لوگ اُن کے دیدار کو دوڑے آئے آکر کیا دیکھتے ہیں کہ یہ ٹانگیں پھیلائے پڑے ہیں۔ ایک شخص نے جو اُن کی ٹانگ اُٹھائی تو سر نیچا ہو گیا اور دونوں ٹانگیں بلند ہو گئیں اور پھر جو ٹانگیں کھینچی تو لیٹے سے اُٹھ بیٹھے بقولِ کسے ؎

عاشق کا بانکپن نہ گیا بعدِ مرگ بھی
تختے پہ غسل کے جو لٹایا اکڑ گیا

غرض کہ کچھ عرصے تک یہی نقشہ رہا کبھی سر نیچے ہوتا ہی تو ٹانگیں اونچی ہو جاتی ہیں اور ٹانگیں نیچی کرتے ہیں تو ملّا صاحب بیٹھ جاتے ہیں لوگوں کو ان کا یہ حال دیکھ کر تعجب ہوا اور ایک دوسرے سے ان کے صاحبِ کمال ہونے کا ذکر کرنے لگا رفتہ رفتہ جب یہ بات بادشاہ کے بھی گوشِ زد ہوئی تو اکبر بادشاہ کو اُن کے مرنے کا غم اور اُن کے اُس کمال کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا فوراً مقام ہانڈی کو روانہ ہوئے۔ آکر کیا دیکھتے ہیں کہ ملّا کی دونوں ٹانگیں بلند ہیں اور سر نیچا ہی۔ بادشاہ نے اُن کی ٹانگوں پر ایک لات ماری اور کہا ابے مرتے مر گیا لیکن ہنسی نہیں گئی۔ لات کے پڑتے ہی ملّا صاحب کی جو ٹانگیں نیچے ہوئیں تو ملّا صاحب فوراً بادشاہ کی تعظیم کو بیٹھ گئے۔ بادشاہ اُن کی اس حرکت کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور دل میں کہنے لگے کہ یہ شخص بیٹھا ہوا مر گیا ہی اور خشک ہو گیا ہی اور بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ کسی فقیر صاحبِ کمال کا جو اُس طرف گذر ہوا تو اُس نے یہ ہنگامہ دیکھ کر ان کے لات ماری کہ جس سے یہ لیٹے سے اُٹھ بیٹھے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

(۱۲۷) آقا نوکر سے (جو کہ پنکھا آہستہ آہستہ کھینچ رہا تھا) لیے

او مردود تو پنکھا کس طرح کھینچتا ہے ہوا تو کچھ نکلتی ہی نہیں؟
نوکر (آقا سے) اب اس سے زیادہ کس طرح کھینچوں؟
آقا (غصّے کے لہجے میں پلنگ سے اُٹھ کر) اور نوکر کے ہاتھ سے پنکھے کی ڈوری لے کر دیکھ اس طرح پنکھا کھینچا جاتا ہے۔
نوکر (جھٹ پلنگ پر لیٹ گیا)
آقا۔ ابے نامعقول یہ کیا تیری حرکت ہے؟
نوکر۔ حضور بے ادبی معاف ہیں تو یہ آزماتا تھا کہ اب پنکھے کی ہوا کیسی نکلتی ہے۔

(۱۲۸) ایک صاحب نے کسی درزی کو پائجامہ سینے کو دیا اُس میں سے درزی صاحب نے تھوڑا سا کپڑا چورا لیا کہ جس کی وجہ سے پائجامہ تنگ ہوگیا درزی سے گاہک نے شکایت کی کہ پائجامہ تنگ ہو گیا کپڑا سوا دو گز تھا۔
درزی۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں سوا دو گز کپڑے میں شامیانہ بنا دیتا۔

(۱۲۹) ایک قل اعوذیئے مُلّا دعا خیر کے دم پر کسی بڑھیا سے کہیں حلوے کی اور نان کی فرمایش کر بیٹھے بیچاری بڑھیا کو راستے میں نان تو یاد رہی مگر حلوا بھول گئی دریافت کرنے کو مُلّا سے جو واپس آئی تو مُلّا جی نماز پڑھ رہے تھے۔ بڑھیا کھڑے کھڑے

بوجہ ضعیفی وبہیری گھبرا گئی ناچار سوال دریافت طلب نماز ہی میں ملّا جی سے کہہ دیا۔ ملّا نے جو اپنے حلوے کی فرمائش کو بھولا ہوا پایا۔ اضطراب کے مارے سلام پھیرنے تک کا بھی انتظار نہ کیا بلکہ سجدے کے جانے سے پہلے جب رکوع سے کھڑے ہوئے تو سمع اللہ ہو لمن حلوا کہتے ہوئے سجدے میں گئے۔

(۱۳۰) ایک شکاری اپنے جال کو پھیلا رہا تھا کہ ایک کبوتر نے اُس سے پوچھا کہ تم کس فکر میں ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ میں یہاں ایک شہر بسانا چاہتا ہوں۔ اُس کی یہ بنیاد ڈالتا ہوں یہ کہہ کے وہاں سے چلا گیا وہ کبوتر اس بات کو سچ جان کر دانہ کھانے آیا اور جال میں پھنس گیا۔ جب شکاری دوڑکر آیا تو کبوتر کہنے لگا کہ "اگر آپ کے شہر کی بنیاد ظلم ہے۔ تو اُمید قوی ہے کہ خوب ہی آباد ہوگا"

(۱۳۱) ایک حلوائی ہمیشہ دودھ میں پانی ملا کر بیچتا تھا۔ اسی طرح اُس نے ہزاروں روپئے جمع کیئے۔ ایک دن ایک بندر اُن روپیوں کی تھیلی کو لے کر گنگا کے کنارے ایک درخت پر جا بیٹھا اور وہاں سے اُس نے حلوائی کو دکھا دکھا کر ایک روپیہ پانی میں اور ایک روپیہ کنارے پر پھینکنا شروع کیا۔ اُس وقت ایک شخص

نے اُس کو مارنا چاہا لیکن حلوائی نے منع کیا کہ کیوں مارتے ہو دودھ کے روپئے تو اس نے کنارے پر پھینک دیئے اور پانی کے پانی میں ڈال دیئے۔ بقول۔ مالِ حرام[1] بود بجائے حرام رفت۔

(۱۳۲) کسی شخص نے ایک وکیل سے پوچھا کہ وکیل کامل کب ہوتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ "جب اتنی لیاقت ہو جائے کہ سچّے گواہ کو جھوٹا بنا سکے اور جھوٹے کو سچّا"

(۱۳۳) ایک وکیل نے کسی کاریگر مصوّر سے اپنی شبیہ اس انداز سے کھنچوائی کہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے ہیں۔ وکیل صاحب ایک روز یہ شبیہ اپنے مجمع عام میں دکھا رہے تھے۔ اُس وقت لوگ اُس کی صنعت اور صفائی کی تعریفیں کرنے لگے۔ اُس میں ایک زمیندار اہلِ معاملہ جو اُس وقت موجود تھا دیکھ کر کہنے لگا کہ "یہ شبیہ مثل مطابق اصل نہیں تھوڑی سی کسر رہ گئی" حاضرین نے پوچھا کہ کسر کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کسر یہ ہے کہ یہ وکیل ہیں ان کے ہاتھ تو کسی غیر شخص کی جیب میں ہونے چاہئیں۔ اور اس شبیہ میں اپنی جیب میں ہیں۔

(۱۳۴) ایک حضرت ایک جگہ بیٹھے مے نوش کر رہے تھے۔ جب نشہ میں مخمور ہو کر بہکے تو کہنے لگے کہ "واہ شراب کیا ہے۔ بقیہ میں

[1] حرام کا مال تھا حرام ہی میں گیا۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی (پورا انصاف) ہوا۔ ۱۲

شراب بھی ہے اور کباب بھی ہے" جب وہاں سے اٹھ کر آگے بڑھے تو افتاں وخیزاں ایک خندق میں جا پڑے اُس میں کسی قدر پانی بھی بھرا ہوا تھا لت پت ہوگئے۔ ایک شخص بولا "واہ! شراب کیا ہے حقیقت میں خواب گاہ بھی ہے اور حمام بھی ہے"۔

(۱۳۵) کسی شخص نے ایک ساہوکار سے دو سوال کیئے ایک یہ کہ مجھ کو دو سو روپئے درکار ہیں قرض دو اور دوسرا یہ کہ دو برس تک طلب نہ کرو ساہوکار نے کہا کہ مجھے پہلی بات تو تمہاری منظور نہیں۔ پر دوسری بات تمہاری خاطر سے قبول کرتا ہوں جب جی چاہے لے جانا میں دو برس تک تقاضا نہیں کروں گا۔

(۱۳۶) ایک مولوی نے مسجد کے اندر وعظ کہتے وقت یہ بیان کیا کہ جو شخص آج کے روز جتنی مرتبہ اپنی پگڑی کھول کر باندھے اُسے اُسی قدر نفل پڑھنے کا ثواب ہو۔ ایک کنجڑے کا لڑکا بھی وہاں موجود تھا یہ سُن کر فوراً اپنی پگڑی کھول کر باندھنے لگا۔ اُس کے باپ نے خفا ہو کر کہا کم بخت یہ کیا کرتا ہے پگڑی پھٹ جائے گی۔ تو کیا نفل سر سے باندھے گا؟"

(۱۳۷) دو عورتیں اور ایک مرد ایک گاڑی میں بیٹھ کر سفر کو

جاتے تھے۔ راستے میں دونوں عورتوں میں لڑائی ہوئی ایک نے دوسری کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا جب تھک کر خاموش ہوئیں تو اُن میں سے ایک عورت مرد سے کہنے لگی کہ "ہماری گفتگو سے تم کو بہت تکلیف ہوئی ہوگی" اُس نے کہا "نہیں میری شادی ہوئے بیس برس ہوگئے۔ اب تو میں عادی ہوگیا ہوں"

(۱۳۸) دو دانش مندوں میں بابت قدامت دنیا کے بحث ہو رہی تھی۔ ایک بے علم آدمی جو اُس وقت اُن کے پاس بیٹھا تھا کہنے لگا۔ صاحب آپ کیوں ناحق تکرار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا مثل پیرزال کسبی کے ہے کہ وہ اپنی عمر ظاہر نہیں کرتی۔

(۱۳۹) کسی بڑے مونچھوں والے رئیس نے مونچھوں پر تاؤ دے کر ایک اپنے دوست سے کہا کہ دیکھو یہ بڑی بڑی اور پھولی پھولی مونچھیں ہمارے چہرے پر کیا موزوں معلوم ہوتی ہیں؟ اُس نے کہا واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دو گلہریاں پکڑ کے نگل گئے ہو۔ ایک کی دُم اِس طرف آئی ہے اور دوسری کی اُس طرف۔

(۱۴۰) ایک مسجد میں ایک ملّاجی ہر روز نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے خدا ایمان کی سلامتی بخش۔ اتفاقاً ایک

میراثی بھی وہیں نماز پڑھا کرتا تھا۔ جو بعد نماز کے یہ دعا مانگتا تھا کہ یا اللہ روٹی رزق بہت دے۔ ایک دن ملا جی نے خفا ہوکر کہا کہ او نامعقول یہ کیا دعا ہی؟ اللہ سے تو فانی شئ کا طالب ہوتا ہی۔ باقی کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ میراثی نے جواب دیا کہ حضرت آپ سچ فرماتے ہیں مگر قاعدہ ہی کہ اللہ سے وہی چیز مانگی جاتی ہی جو پاس نہ ہو۔ میرے پاس یہاں روٹی رزق کا گھاٹا ہی میں اُسی کا خواستگار ہوں اور آپ کے ہاں ایمان کی کمی اور قلت ہی۔ آپ ایمان کی ہر دم طلب کرتے ہیں۔

(۱۴۱) جب بکسر پر لڑائی بگڑگئی اور نواب آصف الدولہ لکھنؤ میں داخل ہوئے اور باہم عہد نامہ ہوگیا اور شاہ عالم کو شاہ جہاں آباد میں پوہنچا دیا آصف الدولہ نے جشن کیا۔ جب بھانڈ مجرے کو آئے پہلے یہ نقل لائے مبارک مبارک ہمارے نواب صاحب آئے۔ دوسرا بولا کہ نواب آصف الدولہ بہادر کیا آئے ہمارے بھاگ آئے۔

(۱۴۲) ایک مندر ہنود کا بادشاہ نے منہدم کرادیا اور بُت خانے کی جگہ مسجد بنوائی۔ بتوں کو مسجد کے آثار میں دبوایا جب مسجد تعمیر ہوچکی حضور نے مسجد میں نماز پڑھی۔ فرحت ہوئی فرمایا

کہ اِس مسجد کی تعمیر میں مسلمانوں کو دو فائدے ہوئے ایک یہ کہ مسجد بنا ہوئی مسلمان خالقِ زمین و آسمان کی روز و شب عبادت کریں گے اور دوسرے یہ کہ بُت خانہ منہدم ہوا بُت خانے کی جگہ مسجد[1] تعمیر ہوئی۔ ایک برہمن گستاخ زبان بھی حاضر تھا۔ اُس نے عرض کی کہ ہندوؤں کو بھی دو فائدے ہوئے پہلے یہ کہ ہم لوگ اُن کی پرستش کرتے تھے اب مسلمان لوگ اُن کے آگے سر جھکاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہمارے ٹھاکروں نے یہ زمین خاص کسی صورت میں نہ چھوڑی آپ کی مسجد کی بنیاد میں بھی موجود ہیں۔ اور یہ زمین ہمارے ٹھاکروں کی پاک بازی سے عبادت خانہ ہی رہا بادشاہ اس گستاخ بیانی سے اگرچہ آشفتہ ہوئے مگر ایک ندیم ظریف مصلحت اندیش بول اُٹھا سبحان اللہ کیا مبارک مسجد ہے کہ جس کی تعمیر سے دونوں دین آباد ہوئے۔ بادشاہ ہنس پڑے اور برہمن کو کچھ نہ کہا

(۱۴۳) ایک حسین اور آراستہ نازنین نے ایک مرتبہ ایک جرنیل سے کہا کہ "تم نے بہتیری لڑائیاں فتح کر کے نام پیدا کیا۔ اب زیادہ ہوس کیوں کرتے ہو؟" جرنیل نے جواب دیا کہ "تم اپنی کہو کہ تم اتنی خوب صورت ہو۔ پھر خود آرائی کیوں کرتی ہو؟"

[1] ببیں کرامتِ بُت خانۂ مرا اے شیخ ※ کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد یعنی دیکھو ہمارے بُت خانے کی کرامت کو جب بُت خانہ بگڑا تو مسجد بنی۔ ۱۲

(۱۴۴) ایک اہلکار انکم ٹیکس کسی شخص سے اُس کی سالانہ آمدنی کی تحقیقات کرنے لگا۔ اُس نے ثابت کیا کہ میری آمدنی پانسو روپیہ سال سے کم ہے اور اسی واسطے میں مستثنیٰ ہوں۔ اہلکار نے کہا کہ یہ بجا ہے پر سچ پوچھو تو لبظاہر ہم کو اس آمدنی پر اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ کو کیا۔ مجھ کو خود اس آمدنی پر اطمینان نہیں ہے۔

(۱۴۵) ایک شخص نے شراب خوری سے توبہ کی تھی ایک روز اُس کے دوست نے کہا کہ آج ہمارے ہاں بہت عمدہ شراب آئی ہے تم چکھو تو لاؤں۔ اُس نے جواب دیا شراب تو میں نے چھوڑ دی ہے۔ البتہ اُسے اگر عرق بہار کہو تو مضائقہ نہیں۔

(۱۴۶) ایک پنڈت برتن لے کر گھوسی کے ہاں گیا۔ تین سیر خالص دودھ مانگا اور کہا برتن رہنے دے میں جمنا نہا آؤں پھرتی دفعہ لیتا جاؤں گا۔ گھوسن نے اپنے پیمانے سے دو لوٹے دودھ اور ایک لوٹا پانی ملا کر اُس کے برتن میں بھر دیا باہر جاتے وقت اپنے بیٹے کی بہو سے کہہ گئی کہ یہ تین سیر دودھ ایک پنڈت کا رکھا ہے۔ وہ لینے آئے تو دے دینا۔ جب وہ مہاراج اشنان کر کے آئے گھوسن کی بہو نے دودھ سمجھ کر حسب دستور اپنے دودھ

نکالا اور ایک لوٹا پانی اُس میں ڈال کر پنڈت صاحب کے حوالے کیا۔
گھر جاکر مصرانی دودھ میں اُنگلی ڈبو کر بولیں کہ دودھ کیا ہی نرا سفید
پانی ہی۔ تھوڑا تھوڑا گھر میں سب نے چکھا۔ بعد تولا تو سیر بھر
دودھ چکھنے میں کم ہوگیا تھا۔ پنڈت جی نے کہا کچھ مضائقہ نہیں
اس میں ایک لوٹا پانی ملا دو۔ میں ابھی جاکر پھیر آتا ہوں۔ پانی
ملا کر لے چلے گھوسن سے تکرار کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہی خالص
کے دام لے کر نخالص دودھ کیوں دیا؟ وہ چپکے سے اپنی بہو سے
کہنے لگی تیہری سوگند میں تو اس میں ایک لوٹا پانی ملا گئی تھی۔
اُس نے کہا تمہاری سوگند میں نے بھی ایک ہی لوٹا پانی ملایا تھا
یہ گفتگو سُن کر پنڈت جی نے پکار کر کہا کہ تم دونوں کی سوگند میں
بھی اس میں ایک ہی لوٹا پانی ملا کر لایا ہوں۔

(۱۴۷) ایک صاحب کا لڑکا مر گیا اُن کا ہم محلہ ظریف تھا اُس نے
اپنے لڑکے سے کہا کہ تم ماتم پُرسی کو جاؤ لڑکے نے کہا کہ میں وہاں
جاکر کیا کہوں ظریف نے کہا کہ جو اور اہل محلہ کہیں تم بھی وہی کہنا
الغرض یہ صاحب زادے روانہ ہوئے اثنار راہ میں دیکھا کہ دو
چار آدمی اُس لڑکے کی (جو مر گیا ہی) برائی کر رہے ہیں یہ صاحب
زادے ان آدمیوں کی باتیں سُن کر راہی ہوئے اور اُس کے

مکان پر پوچھے۔ بروقت ملاقات کہنے لگے کہ آپ کا لڑکا مر گیا خوب ہوا اُس کا مرنا ہی مناسب تھا کیوں کہ وہ آوارہ ننگِ خاندان تھا" وہ یہ کلمہ سُن کر چپ ہو رہے بعد ازاں صاحب زادے ان سے رخصت ہوکر اپنے مکان پر آئے باپ نے پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا لڑکے نے وہی باتیں جو وہاں کہی تھیں بیان کیں۔ باپ اُن کے نہایت خفا ہوئے اور خود بھی ماتم پُرسی کو تشریف لے گئے اور صاحبِ خانہ سے کہا کہ "وہ لڑکا جو آیا تھا محض بے وقوف ہے۔ آپ اُس کے کہنے کا بُرا ہرگز نہ مانیئے گا۔ انشاء اللہ اب جو آپ کا بڑا لڑکا مرے گا۔ تو میں خود ہی تعزیت کو آؤں گا۔"

(۱۴۸) اکبر بادشاہ نے زینے پر سے چڑھتے وقت بیربل سے کہا کہ مجھے کسی لطیفے سے آخر زینے تک ہنسا دے تو انعام دوں گا۔ ورنہ تجھ کو سزا دوں گا۔ بیربل نے بہتیرے لطیفے کہے مگر بادشاہ نہ ہنسے۔ جب بادشاہ نے آخر زینے پر پاؤں رکھا۔ بیربل نے جان سے ہاتھ دھو کر کہا (کیا ہنسی دل لگی ہیں جلادوں سے مروائے گا میرے خاندان کو رلوائے گا) بادشاہ سے ضبط نہ ہو سکا بے ساختہ ہنسنے لگے۔

(۱۴۹) ایک دہلی کے بنیئے لکھنؤ کی سیر کو گئے وہاں ایک شہدے نے اُن کو بڑے تکلّف کے ساتھ اور ملبوس بلباسِ فاخرہ بازار میں پھرتے دیکھ کر بھلے مانسوں کی وضع بن سامنے آ سلام کیا مزاج پرسی کے بعد دریافت کیا کہ آپ کا کہاں سے تشریف لانا ہوا؟ انہوں نے کہا دہلی سے سیر کو آئے ہیں۔ اُس نے کہا آیئے میں آپ کو اچھی طرح یہاں کی سیر کرادوں۔ وہ سادہ سو بھاؤ اُس کے ساتھ ہو لیئے۔ راستے میں شہدے نے پوچھا کہ صاحب اس وقت کیا بجا ہے۔ بنیئے صاحب نے کچھ سمجھ کر دانائی سے جواب دیا کہ معلوم نہیں میری گھڑی بند پڑی ہے پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے چٹکی میں ہلاس لے کر پیش کی کہ سونگھیئے اُنہوں نے کہا کہ صاحب میں ہلاس نہیں سونگھتا۔ شہدہ ان کو اِدھر اُدھر پھرا کر رخصت ہوا جب وہ چلا گیا تو ان کو ہلاس کی طلب ہوئی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو چاندی کی ہلاسدانی ندارد ہے۔ بجائے اُس کے ایک کاغذ ہندی لکھا ہوا ہاتھ میں آگیا اُس میں لکھا تھا "جب آپ ہلاس نہیں سونگھتے تو ہلاس دانی رکھنے سے کیا فائدہ اور جو گھڑی چلتی نہیں تو اُس کا جیب میں رکھنے سے کیا کام"! یہ دیکھ کر گھڑی تلاش کرنے لگے تو وہ بھی

غائب کتنی جب تو چار آئے اور دل میں کہنے لگے لطیفہ۔ لکھنؤ کا ایک مشہور جیب کترا۔ بل بے تیرے ہاتھ کی صفائی کیا بے معلوم دونوں چیزیں اڑائی ہیں۔

(۱۵۰) ایک دفعہ علمار کی مجلس میں اس بات پر بحث آ کر پڑی کہ مقناطیس کی سی کشش کسی شے میں نہیں ہے۔ ایک شخص بولا کہ "میری معشوقہ میں مقناطیس سے زیادہ کشش ہے۔ جو مجھے سات کوس سے ہر روز کھینچ لاتی ہے"

(۱۵۱) ایک شخص نے کسی دانش مند سے پوچھا کہ تم نے اپنے بیٹے کو مختارکاری کا پیشہ کرنا کیوں سکھایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ "اس کو بچپن ہی سے جھوٹ بولنے کی عادت ہے"

(۱۵۲) ایک شخص نے کسی دانش مند سے پوچھا کہ "شراب اور شمشیر یکساں کیوں ہیں؟" اس نے جواب دیا کہ "جب تک کھنچتی نہیں کام کی نہیں ہوتی"

(۱۵۳) ایک برہمن سادہ لوح رستہ چلا جاتا تھا۔ اس نے ایک کٹ گھر میں شیر کو مقید دیکھا۔ شیر نے اس کو دیکھ کر دُم ہلائی گویا کہتا ہے کہ تو مجھ کو رہا کر دے۔ برہمن آگے بڑھا۔ شیر نے کہا کہ "تو مجھ کو اس قید سے برائے خدا چھڑا دے تو میں تیرا

بہت ممنون ہوں گا"۔ اُس برہمن نے رحم کھا کر شیر کو اُس کٹ گھر سے کھول دیا۔ جب شیر اُس سے باہر نکلا۔ برہمن سے کہنے لگا کہ "موجب آئین ہمارے نیکی کا بدلہ بدی ہی۔ پس مجھ پر فرض ہی کہ تجھ کو ہلاک کروں"۔ ہر چند اُس نے شیر کو سمجھایا مگر وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آیا آخر یہ صلاح قرار پائی کہ کسی کو ثالث کیا جائے۔ شیر نے ثالث کرنا منظور کیا۔ وہ پہلے درخت کے پاس گیا۔ شیر نے کہا کہ "اے درخت سچ کہنا ہم تجھ سے انصاف چاہتے ہیں۔ بتا نیکی کا بدلا بدی ہی یا نیکی؟ درخت نے کہا "میری دانست میں نیکی کے بدلے میں بدی کرنی چاہیئے"۔ کیوں کہ مجھ سے بھی لوگ بالعوض نیکی کے بدی کرتے ہیں۔ یعنی جب کوئی مسافر میرے سایہ میں آکر پناہ لیتا ہی میں اس کو سایہ اور ہوا کا آرام دیتا ہوں لیکن وہ بدذات جب یہاں سے چلتا ہی ایک دو شاخ ضرور ہی میری کاٹ[1] لیتا ہی اور جب تک بیٹھا رہتا ہی تب تک کہتا رہتا ہی کہ اس کے تختے خوب بن سکتے ہیں اس کی کڑیاں نہایت اچھی رہیں جوڑی کواڑوں کی بھی نادر نکلے۔ پس ہر کوئی میری نیکی کو بدی سے تبدیل کرتا ہی۔ اس واسطے میری رائے میں نیکی کا بدلا بدی ہی"۔ جب اُس برہمن نے اُس درخت کی رائے سُنی تو شیر سے کہا

[1] سایہ کرے جو سر پہ کٹتا وہی شجر ہی ٭ باغ جہاں میں سچ ہی نیکی کا پھل بدی ہی ۱۲۰

کہ "ایک آدمی کے جان مارنے کو صرف ایک گواہ کی شہادت کافی نہیں ہو سکتی بلکہ تین کی گواہی چاہیئے۔ اب اور سے بھی دریافت کرنا مناسب ہی" شیر نے کہا کہ راستے سے پوچھو۔ برہمن نے راستے سے دریافت کیا کہ نیکی کا بدلا بدی ہی یا نیکی؟ راستے نے جواب دیا کہ نیکی کا بدلا بدی ہی۔ کیوں کہ مسافر میرے اوپر سے راہ چلتے ہیں اور آسایش سے سوتے ہیں۔ اور میرے ہی اوپر بول و براز کرتے ہیں اور جو مسافر تھک جاتے ہیں وہ گالیاں دیتے ہیں کہ کیسا کم بخت کٹھن راستہ ہی کہ کاٹے نہیں کٹتا" وہ برہمن بہت گھبرایا کہ دو گواہ میرے حق میں قتل کا فتویٰ دے چکے۔ اب دیکھیئے تیسرا کیا کہے۔ اتفاقاً ایک لومڑی نظر آئی شیر نے کہا کہ "ای لومڑی ذرا ٹھہر جا کچھ تجھ سے دریافت کرنا ہی اور جو مقدمہ ہمارا اس آدمی سے ہی اُس کو فیصل کرتی" لومڑی نے جواب دیا کہ "حضرت کو جو فرمانا ہو ذرا دور ہی دور سے فرمایئے" شیر نے تمام قصّہ اول سے آخر تک سُنایا۔ کہا "شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ آپ مہربانی کرکے جس صورت سے اس آدمی نے آپ کو رہا کیا ہی مجھے بھی دکھا دیجیے۔ تب میں فیصلہ کروں" شیر نے کہا چلو۔ پس وہ تینوں روانہ ہوئے۔ اور برہمن نے

وہاں پونہچ کر شیر کو کٹ گھر میں بند کر دیا اور لومڑی سے کہا لو دیکھ لو اس طرح بند تھا۔ اور میں نے پہلے سے اس طرح رہا کیا تھا جس طرح اب کروں گا۔ لومڑی نے کہا ”اے آنکھوں کے اندھے بے دُم کے گدھے چل اپنا راستہ لے۔ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا اپنی جان سے دشمنی کرنا ہے۔ اس میں قفل ڈال اور اپنی راہ لے“

نیکی کرنی بدوں سے ایسی ہے ٭ جیسی نیکوں سے کی بدی تو نے

(۱۵۴) ایک انگریز کا لڑکا جس کی عمر قریب پانچ برس کے ہوگی بڑا ذہین اور حاضر جواب تھا۔ اُس کے باپ کا ایک دوست اُس کی ہوشیاری آزمانے کے لیئے اُس سے مذاق کرتا تھا اور بعض اوقات یہاں تک چھیڑتا تھا کہ لڑکا دق ہو ہو جاتا تھا ایک دن اُس شخص نے اُس لڑکے سے کہا کہ ”تم کچھ آدمی نہیں۔ میں تمہیں اب پیار نہیں کروں گا“ تو لڑکا کہتا کیا ہے کہ ”تمہیں مجھ کو ضرور پیار کرنا چاہیئے“ اُس نے کہا سبب؟ لڑکے نے جواب دیا ”اس سبب سے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں اور انجیل میں لکھا ہے کہ پیار کرو اُن کو جو تم سے نفرت کرتے ہیں“

(۱۵۵) ایک واعظ مولوی ایک روز شام کے وقت ایک تاریک راستے سے ہو کر نکلے۔ ایک چالاک لڑکے نے انہیں جاتے دیکھ کر

کہا کہ "مولوی صاحب اندھیرا ہو گیا ہے۔ آپ کو روشنی لا دوں؟"
مولوی صاحب نے کہا کہ "میں خود روشنی ہوں مجھ سے تمام
عالم کو روشنی پہونچتی ہے" لڑکا ہنس کر کہنے لگا کہ "واللہ مولوی
صاحب آپ کو تو قلعہ کے نیچے کسی درخت پر لٹکا دینا چاہیئے
جو راہ گیروں کو اندھیرے میں آنے جانے کی تکلیف نہ رہے"
(۱۵۶) ایک ضعیف آدمی نے کسی حکیم سے شکایت کی کہ مجھے
کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ حکیم نے کہا کہ بے شک سوئے ہضمی بہت
بُری ہے۔ لیکن یہ ضعیفی کا باعث ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ میری بصارت
میں بھی فرق آ گیا ہے۔ حکیم نے کہا کہ آدمی کے جسم میں آنکھیں
بڑی نعمت ہیں بینائی کا کم ہو جانا موجب بہت دقّت کا
ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ضعیفی کا باعث ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ
مجھے کم سُنائی دیتا ہے۔ حکیم نے کہا سچ ہے جب آدمی بہرا ہو جاتا
ہے۔ تو اُس کا جی اندر سے بہت گھبراتا ہے۔ پھر کیا کیا جائے
یہ بھی ضعیفی کا باعث ہے۔ پھر اُس نے کہا مجھے نیند نہیں آتی۔
حکیم نے کہا کہ جس شخص کو نیند نہ آئے واقعی میں اُسے کروٹیں
بدلتے بدلتے صبح ہو جاتی ہے ساری رات یوں ہی ہاتھ پاؤں
پٹیتے کٹتی ہے۔ یہ بھی ضعیفی کا باعث ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ میرے جسم

میں طاقت نہیں ہی روز بروز کمزوری زیادہ معلوم ہوتی ہی حکیم نے کہا
کہ جب آدمی کی طاقت جاتی رہی تو جانو کہ اُس کی قضا کے دن نزدیک
آئے۔ یہ بھی ضعیفی کا باعث ہی۔ تب تو بڈّھا بہت ناراض ہوا اور
خفا ہوکر کہنے لگا کہ "نیم حکیم خطرۂ جان"[1] تم کیسے حکیم ہو جس بیماری
کی شکایت کرتا ہوں اُسی کو تم کہہ دیتے ہو کہ یہ بھی ضعیفی کا باعث
ہی، یہ بھی ضعیفی کا باعث ہی۔ اِس کے سوا تمہیں کچھ اور بھی یاد ہی
یا نہیں۔ یہ سُن کر حکیم صاحب ہنسے اور بولے کہ مضائقہ نہیں تم
جو چاہو کہو میں تمہاری خفگی کا بُرا نہیں مانتا کس واسطے کہ
جلدی سے غصّے کا آجانا یہ بھی ضعیفی کا باعث ہی۔

(۱۵۷) جہانگیر کے عہد میں ایک افغان نے اپنے منشی سے کہا کہ
فلانے ہندو کو خط لکھو منشی القاب میں اُس کو عزّت آثار لکھ لایا
افغان نے کہا "واللہ آثار عزّت ہندو کو لکھنا شایاں نہیں ہی۔
اگر پاؤ آثار ہو تو مضائقہ نہیں"

(۱۵۸) کسی جنگ میں ایک سپاہی کی مصنوعی ٹانگ میں گولا لگا
ٹانگ ٹوٹ گئی اس کے ٹوٹتے ہی اُس نے گریہ و زاری شروع کی
ایک اور سپاہی جو اُسی میدان میں پڑا ہوا تھا اور اتفاقاً اُس
کی اصلی ٹانگ گولے ہی کے صدمے سے شکست ہوگئی تھی اُس

[1] ادھورے حکیم سے جان کا ڈر ہی۔ ۱۲

کی نالہ و فریاد دیکھ کر کہنے لگا کہ "تو بڑا بُزدلا ہو کہ ٹانگ کے ٹوٹنے
سے اس قدر روتا چلاتا ہو مجھے دیکھ کہ میری بھی یہی حالت ہی اور
میں چُپ چاپ پڑا ہوں" یہ سُن کر وہ سپاہی بولا کہ "ہاں صاحب
تم تو کہو ہی گے۔ تمہاری ٹانگ تو مفت کی تھی ٹوٹ گئی تو بلا
سے، اور میں کیوں کر نہ آزردہ ہوں میرا تو ٹانگ کے بنوانے
میں بہت سارا روپیہ خرچ ہوا تھا۔"
(۱۵۹) کوئی فاضل دانش مند اثناء راہ میں کسی واقف کار کو
نشے شراب میں سرشار دیکھ کر کہنے لگا کہ تم اس خراب عادت
کو نہ چھوڑو گے تو اپنے لڑکے کے لیئے کیا کرو گے۔ اُس کا کیا
حال ہوگا؟ شراب خوار نے جواب دیا کہ "صاحب میں اپنے لڑکے
کے لیئے وہ کروں گا کہ جو تم اپنے لڑکے کے لیئے نہیں کر سکتے"
دانش مند نے متعجب ہو کر کہا اس کے کیا معنے؟ اُس نے کہا یہ معنے
کہ میرا لڑکا مجھ سے بہتر ہو جائے گا۔ اور تمہارا لڑکا تم سے بہتر
ہو ہی نہیں سکتا۔
(۱۶۰) ایک چابک سوار نے کسی امیر کے ہاتھ قیمتی گھوڑا فروخت
کیا چند روز بعد اتفاقاً وہی چابک سوار راستے میں امیر کو مل گیا
پوچھا "کیوں صاحب تم تو کہتے تھے کہ میرا گھوڑا بے عیب ہو؟

ایک آنکھ سے اندھا نکلا اُس نے کہا صاحب بجا ہی پر اندھا
عیب میں داخل نہیں یہ بد نصیبی ہے۔"

ا) ایک احمق برتن ہاتھ میں لیئے ہوئے بیل کو دوہ رہا تھا
شریف کا وہاں سے گزر ہوا وہ یہ حرکت دیکھ کر متعجب
چھا کہ یہ تم کیا کرتے ہو۔ احمق نے جواب دیا دودھ دوہتا ہوں
نے کہا کہیں بیل بھی دودھ دیا کرتے ہیں؟ اُس نے
اپنی راہ لیجیے کیا یہ گائے کا بچہ نہیں ہے بہت نہیں تو تھوڑا
ہی۔

) ایک امیر نے کسی قوّال کو کھانا کھانے کے لیئے بُلایا جب
پی چکے امیر نے کہا تم اپنا ستار لائے ہو اُس نے جواب دیا
میرا ستار کھانا نہیں کھاتا جو میں ساتھ لاتا۔"

ا) بینک کے کارخانے میں ایک کاری گر کی ناک پر زخم
خون نکلنے لگا اُس نے بینک کے اندر کا گول سُرخ کاغذ
سے اوپر نمبر لکھا ہوتا ہے اُٹھا کر زخم پر چپکا لیا گھر جاتے وقت
بازار میں نکلا تو لوگ دیکھ کر ہنسنے لگے اُسے تعجب
معاملہ کیا ہے۔ گھر آکر آئینہ دیکھا تو ناک کے اوپر
ا کہ تین سو گز لمبی ہے۔

(۱۶۴) ایک دفعہ ایک لومڑی نے ایک سارس کی دعوت کی اس ضیافت میں لومڑی نے طرح طرح کے کھانے سارس کے واسطے تیار کیئے اور صحنکیں بھر سامنے لاکر خود ہی کھانے لگی اور مہمان عزیز سے کہنے لگی حضرت کھایئے یہ سب آپ ہی کے واسطے تیار کیا ہے۔ سارس نے سمجھا کہ مجھے اس نے فریب دیا مگر اُس کو زہر کی طرح پی گیا اور بہ وقت رخصت لومڑی سے کہا کہ "جو میں نے چاشت آپ کے ہاں کھایا ہے تو آج شام کا کھانا غریب خانے میں کھایئے گا" لومڑی نے بہت انکار کیا لیکن سارس کے اصرار سے راضی ہوگئی۔ چنانچہ سب قسم کے کھانے سارس نے لمبی لمبی گردن کے شیشوں میں چُنے جس میں سے سارس بخوبی اپنی لمبی چونچ سے نکال نکال کر کھاتا اور کہتا تھا کہ بی لومڑی بے تکلف ہوکے جس طرح اپنے گھر میں کھاتی ہو کھاؤ۔ لومڑی نے اس بات سے حال اپنی مہمانی کا معلوم کیا اور جلد وہاں سے اُٹھی اور اپنے دل میں شرمندہ ہوکر کہنے لگی کہ "اس شام کے کھانے میں میں نے ٹھیک وہی لطف اور مزا پایا جو کہ میری چاشت کے کھانے سے سارس نے پایا تھا۔"

(۱۶۵) ایک امیر باغ میں سیر کرتا پھرتا تھا وہ تھک کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا وہاں اس نے چند پھل بطور خربوزہ کے دیکھے اُن کو توڑ کر خدمت گار کو دیا کہ کھالے۔ وہ اُس کو چاقو سے تراش تراش کر کھانے لگا اُس کو دیکھ کر امیر کی طبیعت بھی راغب ہوئی۔ امیر نے ایک قاش لے کر کھائی تو وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ نہایت ہی تلخ تھی خدمت گار سے کہا کہ ”تو جو ایسے کڑوے پھل کو اس رغبت سے کھاتا ہے اس کا کیا باعث ہے؟“ خدمت گار نے جواب دیا کہ ”اے خواجہ میں نے تیرے ہاتھ سے ہمیشہ میٹھی چیزیں کھائی ہیں اس لیئے شکرِ نعمت نے نہ چاہا کہ ایک دو تلخ قاشوں سے نفرت کرکے کفرانِ نعمت کروں امیر نے اس بات سے خوش ہو کر اُس کو بہت انعام دیا۔ شعر

اگر حنظل خوری از دستِ خوش خوی * بہ از شیرینی از دستِ ترش رو

(۱۶۶) انگریزوں کی محفل میں کسی صاحب نے اعتراض کیا کہ عورت کی ذات بڑی شریر ہوتی ہے۔ ایک میم نے اُس وقت حاضر جوابی سے کہا کہ ”عورت مرد کی ایک پسلی سے پیدا ہوئی ہے پس جب کہ مرد کی ایک پسلی کے اندر اتنی شرارت بھری ہے۔ تو باقی تمام جسم کا

سی خوش مزاج کے ہاتھ [illegible]

کیا حال ہوگا؟"

(۱۶۷) ایک عورت بڑی لڑاکا اور زبان دراز تھی ایک روز اتفاقاً اُس کا خاوند کسی دوست کو اپنے گھر لایا اور دعوت کرنی چاہی وہ عورت کی عادتوں سے واقف تھا الگ کوٹھڑی کے اندر لے جاکر پیار سے سمجھایا کہ دیکھ ہمارا دوست مہمان آیا ہے۔ اُس کے لیئے تحفہ کھانے پکوانا وہ سُن کر نہایت برافروختہ ہوئی اور لڑنا شروع کیا تب تو اُس کے خاوند کو بھی غصّہ آیا حالتِ غیظ و غضب میں پُکار اُٹھا اور یہ خیال نہ رہا کہ دوست باہر کے دالان میں ہے۔ اس وقت یہ جی چاہتا ہے کہ اگر یہ غیر آدمی گھر میں نہ ہوتا تو تجھے مارتے مارتے بے دم کر دیتا۔ دوست کے کان میں جو یہ آواز پونہچی تو برابر سے چلّا کر بولا کہ "صاحب کیا تم مجھ کو غیر سمجھتے ہو؟"

(۱۶۸) دو عورتیں ایک جگہ رہتی تھیں۔ اُن میں سے ایک حسین تھی۔ اور دوسری بدشکل۔ ایک روز دونوں کہیں دعوت میں جانے لگیں حسین عورت نے بدصورت سے کہا تو اپنا جھومر مجھے مانگے دے دے اُس نے کہا "تو تو فضلِ الٰہی سے خوبصورت اور حسین ہے تجھے جھومر کی کیا ضرورت ہے؟"

اور میری اسی سے زیبائش ہے۔ اور جو تیری یہی خوشی ہے تو میرا جھوم تو لے اور اپنا چہرہ مجھے دے۔"

(۱۶۹) ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا کہا مجھے نوکر رکھ قزاق نے پوچھا تو نے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ "دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس میں رہا ہوں" قزاق نے نوکر رکھ لیا اور کہا یہ دونوں نوکریاں تو نے ایسی کی ہیں کہ گویا اتنی مدت ہمارے ہی گروہ میں رہا ہے۔"

(۱۷۰) ایک شخص نے نوکری کے واسطے صاحب کلکٹر بہادر کے حضور میں عرضی گزرانی اُس پر حکم ہوا کہ (داخل دفتر) سایل سرشتہ میں جا بیٹھا اور اہلکاروں سے چارج طلب کرنے لگا لوگوں نے صاحب کلکٹر سے رپورٹ کی کہ فلاں اُمیدوار سرشتہ سے نہیں نکلتا اور زبردستی چارج مانگتا ہے۔ حاکم نے اُس سے کہا کہ تم کس حکم کے ذریعے سے چارج لیا چاہتے ہو؟ اُس نے دست بستہ عرض کیا کہ خداوندِ نعمت نے میری عرضی پر حکم دیا ہے کہ (داخل دفتر) پس سایل داخل دفتر ہونا چاہتا ہے یہ لوگ خلاف حکم حضور خارج از دفتر کرتے ہیں۔ حاکم اُس کی حُسنِ تقریر اور تیزیِ فہم پر خوش ہوا اور اُس کو ایک جگہ پر مقرر کر دیا۔

(۱۷۱) ایک لڑکا ایک پہلوان کو گالی دے کر بھاگا۔ پہلوان کو اس قدر طیش آیا کہ بے تحاشا اُس کے پیچھے بھاگا۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ اُس نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ "ای بھائی بڑی حیرت کی جگہ ہے کہ تو دو من کا مگدر تو اُٹھا لیتا ہے۔ مگر دو حرفی بات کا تحمل نہ کر سکا" اس بات سے وہ لاجواب ہو کر واپس چلا آیا اور وہ شریر لڑکا اُس کے شر سے محفوظ رہا۔

(۱۷۲) ایک خواندہ شخص مقطّع صورت ریلوے اسٹیشن پر جاکر پوچھنے لگا کہ سات گھنٹے پینتالیس منٹ کی ریل کس وقت روانہ ہوگی؟ اسٹیشن ماسٹر نے مسکرا کر جواب دیا "پونے آٹھ بجے"۔ تب یہ شخص چیں بجبیں ہو کر کہنے لگا۔ "واہ صاحب واہ، یہاں کا عجب دستور ہے کہ روز بدلتا ہے۔ ابھی تو ریل سات گھنٹے پینتالیس منٹ پر جاتی تھی اور ابھی پونے آٹھ بجے جلنے لگی"۔

(۱۷۳) ایک شخص بازار سے سیر کر کے گھر میں آئے اُس وقت تشنگی غالب تھی پانی مانگا گلاس آیا پانی پیا اتفاقاً گلاس میں کسی نے ریشم کی گولی ڈال دی تھی جو پانی پیتے ہی مُنہ میں چلی گئی اور تالو میں چمٹ گئی جب نکالنے لگا تو اُس کا سرا ہاتھ میں آگیا کھینچا تو کئی گز ریشم ہاتھ میں اُلجھ گیا تب تو وہ رگیں سمجھ کر بڑے گھبرائے اور خوف سے

دبی آواز سے چیخ ماری "بیوی بیوی دوڑو میں سارا گھلا جاتا ہوں"۔

(۱۷۴) ایک دن اکبر بادشاہ نے راجہ بیربل سے ارشاد فرمایا کہ کس کارن یہ ناچے گدھا۔ بیربل نے عرض کی کہ آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا۔ اس کارن ناچے یہ گدھا۔

(۱۷۵) ایک منہیار چوڑیوں کی گٹھڑی کمر پہ ڈالے ہوئے جاتا تھا راستے میں ایک چور نے اُس گٹھڑی پر لاٹھی ماری اور پوچھا اس میں کیا ہے؟ منہیار نے کہا "اگر ایک لاٹھی اور بھی مارو تو کچھ بھی نہیں ہے"

(۱۷۶) ایک حلوائی دکان پر بیٹھا شیرینی پر سے مکھیاں اُڑا رہا تھا ایک آزاد سامنے سے آ اُس کے روبرو دو اُنگلیاں کھڑی کرکے ہلانے لگا حلوائی نے کہا یہ کیا لغو حرکت ہے آزاد نے کہا "میں نے جانا تجھے آنکھوں سے نہیں سوجھتا" حلوائی نے کہا تو نے کیوں کر جانا کہ میری بصارت میں فرق ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ "اتنی مٹھائی تیرے آگے رکھی ہے اور تو نہیں کھاتا۔ اس سے مجھے شک ہوا کہ تو اندھا ہے" حلوائی نے کہا کہ "اگر میں اس طرح کھا لیا کروں تو دیوالہ نہ نکل جائے" آزاد نے کہا کہ "اگر مٹھائی کھانے سے دیوالہ نکلتا ہے تو ابھی میرا دیوالہ نکل جاتے"

(۱۷۷) ایک فقیر نے کسی تونگر کے ہاں جا کر کہا کہ میں نے رات کو

تمہارے والد بزرگوار کو خواب میں دیکھا تھا انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ "تو کل صبح کو میرے بیٹے کے پاس جائیو وہ تجھے پانچ روپئے دے گا۔" تونگر نے جل کر کہا کہ "مجھ سے وہ خواب میں کہہ گئے ہیں کہ علی الصباح ایک فقیر آئے گا۔ اُسے ہٹوا کے نکلوا دینا۔" فقیر نے کہا "وہ بھی کتنا منافق آدمی ہے مجھ سے کچھ اور تم سے کچھ کہا۔"

(۱۷۸) کسی افغان نے اپنے بیٹے کو ایک ہندوستانی معلّم کے سپرد کیا اور کہا کہ اسے بہت اچھی طرح تربیت کرو۔ ایک دن معلّم نے اُس کو نصیحتاً جھڑکا افغان زادہ شمشیر برہنہ علم کرکے اُستاد کے پیچھے دوڑا۔ اتنے میں افغان بھی آ پہنچا اور یہ ماجرا دیکھ کر پکارا "اخوند بھاگ نہیں میرے بیٹے کا یہ پہلا ہی وار ہے ایسا نہ ہو کہ خالی جائے۔"

(۱۷۹) ایک حاکم نے اپنے سررشتہ دار کو بے قصور قید کرکے اُس کا مال ضبط کرکے داخلِ خزانۂ سرکار کیا۔ سررشتہ دار نے کہا میرا قصور کیا؟ جواب دیا "اگر تو تمام عمر قصور نہ کرے تو ہم اپنے کاروبار ضروری ترک کرکے تیرے قصور کی راہ دیکھتے رہیں۔ بڑ عرصہ تک تیرے قصور کرنے کا انتظار دیکھ کر اب ہم نے

بجُرمِ بے جرمی تجھ کو سزا دی"

(۱۸۰) ایک بابو صاحب اپنے بنگلے میں گیند بلّا کھیل رہے تھے کہ ایک طوائف سلام کو حاضر ہوئی آپ کو مذاق نے گدگدایا تو ہنس کر فرماتے ہیں "کیوں بی عزیزن تم گیند بلّا نہیں کھیلیں؟" وہ دہلی کی رنڈی تھی کب چوکنے لگی کہا کہ "آپ میرے آگے کھیلتے ہیں تو اب میں کیا کھیلوں"

(۱۸۱) کسی نے سلطان محمود غزنوی سے پوچھا کہ آپ کے دربار میں بہت سے خوب صورت غلام ہیں مگر جو محبّت آپ کو ایاز سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ حالاں کہ ایاز چنداں حسین و جمیل بھی نہیں ہے سلطان محمود نے جواب دیا کہ میں اُس کو بہ سبب ادب کے زیادہ محبّت کرتا ہوں چنانچہ ایک روز شکار گاہ میں ہما نظر آیا سارے غلام اور ملازم مجھ کو چھوڑ کر اُس کی طرف دوڑے تاکہ اُن کے اوپر سایہ پڑے اور وہ بادشاہ ہو جائیں۔ مگر ایاز نہیں گیا بلکہ گھوڑے سے اُتر کر میری جلو میں دوڑنے لگا۔ میں نے کہا تو ہما کے سایہ میں کیوں نہیں گیا اُس نے کہا میں ظلِّ خدا کو چھوڑ کر ظلِّ ہما کو کب طلب کرتا ہوں۔ دوسرے ایک دفعہ میری سواری نکلتی تھی راستے میں ایک اونٹ موتیوں کا لدا ہوا گر پڑا اُس کے اوپر سے

صندوق ٹوٹ کر موتی بکھر گئے۔ میں لوٹ کا حکم دے کر چل دیا سب ہمراہی موتی لوٹنے لگے۔ میرے ساتھ بجز ایاز کے کوئی نہ رہا۔ بہت دیر بعد میں نے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو سوائے ایاز کے کوئی نظر نہ آیا۔ تب میں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کس قدر موتی لوٹے۔ اُس نے جواب دیا ایک بھی نہیں کیوں کہ میں نے ایک ناجائز مال کے واسطے حضور کی خدمت سے بغیر حاضر ہوتا مصلحت نہیں سمجھا۔ اس وجہ سے اُس کا وقار میری آنکھوں میں دو چند ہو گیا۔

(۱۸۲) حضرت بہلول دانا کچھ ٹھیکریاں اُلٹ پلٹ کر رہے تھے خلیفہ ہارون الرشید کا اُدھر سے گذر ہوا پوچھا اُو بہلول کیا ٹھیکریوں سے دیوانوں کا شمار کرتے ہو۔ حضرت نے فرمایا دیوانے بے شمار ہیں اُن کا شمار کرنا ممکن نہیں مگر عقل مند گنتی میں تھوڑے ہیں۔ انہیں کا شمار کر رہا ہوں"

(۱۸۳) ایک دفعہ ایک مالی اور کمہار نے شاملات میں اونٹ خریدا اور اُس پر ایک طرف ترکاری اور دوسری طرف برتن لادے اور دونوں سفر کو چلے۔ اونٹ راستے میں ترکاری کھاتا جاتا تھا۔ اور کمہار ہنستا جاتا تھا۔ مالی بولا ارے کمہار ہنس مت یہ اونٹ دیکھیے کس کروٹ بیٹھے۔ آخر جب منزل پر پہنچے تو اونٹ

برتنوں پر زور دے کر بیٹھ گیا جس سے سب برتن ٹوٹ گئے اور کمہار رونے لگا۔

(۱۸۴) ایک عورت کوزہ پُشت سے کسی نے پوچھا "اگر اللہ تیری پیٹھ سیدھی کر دے تب تو خوش ہو؟" اُس نے کہا "نہیں میری خوشی یہ ہے کہ سب عورتیں مثل میرے کُبڑی ہو جائیں تو میں بھی اُن کو اُسی نظر سے دیکھوں جس نظر سے وہ مجھے دیکھتی ہیں"۔

(۱۸۵) ایک شخص نشۂ شراب سے راہ میں بے ہوش پڑا ہوا تھا محتسب نے اُسے ٹھوکر سے اُٹھایا اور کہا اے بے تمیز اپنے پاؤں قابو میں لا اور ہمارے ساتھ محکمۂ قضا میں آ۔ اُس نے جواب دیا کہ "اگر پاؤں قابو میں ہوتے تو گھوڑے پر چڑھے پھرتے تمہاری ٹھوکریں کیوں کھاتے؟"

(۱۸۶) ایک لڑکے نے کسی کے طمانچہ مارا اُس لڑکے کے چچا نے چاہا کہ اس کو بطور تنبیہ طمانچہ مارے، لڑکے نے کہا کہ "مجھ سے تو بہ سبب کم سنی اور نادانی کے یہ حرکت ہوئی اور تم دانا ہو کر اِس حرکت کے مرتکب ہوا چاہتے ہو؟" یہ لطیفہ اُس کے چچا کو پسند آیا اور اُس کا قصور معاف فرمایا۔

(۱۸۷) ایک درویش تاتار کا سفر کرتے کرتے بلخ جا پونہچا۔ اتفاقاً

مہمان سرائے کے خیال سے محلِ شاہی میں داخل ہوا اور متحیر ہوکر
اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ آخرِ کار ایک گوشے میں جھولی اُتار کر رکھ دی
اور بستر بچھا دیا تاکہ آرام کرے۔ اسی اثناء میں دربان کی جو
نظر پڑی تو متعجب ہوکر درویش سے پوچھا کہ شاہ صاحب
خیر ہی جو خلاف آدابِ شاہی یہ صورت پُر کدورت درپیش ہے
درویش نے جواب دیا کہ "اے شخص میں شب بھر بستر کرتے صبح
ہوتے ہی اپنا رستہ لوں گا۔ تو عبث خفا ہوتا ہے" دربان نے
غضب ناک ہوکر کہا کہ "اے درویش کوتہ اندیش کیا یہ سرائے
ہے تو نہیں جانتا کہ یہ محل شاہی ہے" ان دونوں میں یہ گفتگو ہو
رہی تھی کہ اتنے میں یکایک بادشاہ بھی آگیا اور بعد دریافت
اس قصّے کے فقیر کی اس حرکتِ ناشائستہ پر بہت ہنسا۔ درویش
نے کہا اگر اجازت ہو تو چند سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ بادشاہ
نے فرمایا کہو۔ فقیر نے کہا کہ "بعد از تعمیر اس محل میں کون کون
رہا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرے جدِّ امجد۔ درویش نے کہا کہ وہ
کون تھے کہ جو آپ سے پہلے یہاں سکونت رکھتے تھے؟ بادشاہ
نے کہا میرے والدِ ماجد۔ فقیر نے کہا اب کون رہتا ہے؟ بادشاہ
نے کہا کہ میں خود رہتا ہوں۔ فقیر نے کہا کہ آپ کے بعد کون رہے گا؟

بادشاہ نے کہا کہ میرا فرزند۔ درویش نے کہا کہ اے حضرت جس جگہ اس قدر تغیر و تبدل نگینوں کا علی التواتر واقع ہو گیا وہ سرائے نہیں ہے تو کیا ہے؟"

(۱۸۸) یعقوب لیث قبل از شاہی بہت ہی غریب تھا۔ جب بادشاہ ہو گیا تو اُس نے خراسان کے ایک دولت مند کو لوٹ لیا جس سے وہ بےچارہ نانِ شبینہ کو محتاج ہو گیا۔ ایک روز بہ حالِ تباہ یعقوب لیث کے پاس گیا۔ اُس نے پوچھا آج تیرا کیسا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا جیسا کل تیرا حال تھا۔ شاہ نے پوچھا کل تیرا کیسا حال تھا؟ اُس نے کہا جیسا آج میرا حال ہے۔ یعقوب نے دل میں انصاف کر کے تمام مال اُس کا پھیر دیا۔

(۱۸۹) ایک لڑکا مکتب سے پڑھ کر اپنے گھر آیا اُس کا باپ دو سیب سامنے لایا لڑکے نے کہا کہ اگر بہ حسابِ منطق یہ دو کے تین شمار میں آئیں تو مجھے کیا انعام عطا فرمائیں گے۔ اُس نے کہا کہ جب تین گن لوں گا تو ایک تجھے دوں گا۔ لڑکے نے ایک سیب اُٹھا کر کہا کہ یہ ایک ہو پھر دوسرا دیا کہ اسے دو شمار کرو اب ایک اور دو کو جمع کر کے میزان دیکھیے تین گن لیجیے اُس کے باپ نے جودتِ طبع فرزند پر تحسین و آفرین کر کے کہا کہ

یہ حصہ میرا ہے۔ اور دوسرا تمہاری والدہ کا تیسرا سیب سقطی تم لو جس کے کھانے سے علم حساب زیادہ ہو لڑکے نے کہا سبحان اللہ آپ نے ایسا حصہ لگا کر وہ چست فقرہ سُنایا جس پر مجھے یہ مصرعہ برجستہ یاد آیا ؎ اے روشنیِ طبع تو بر من بلا شدی۔

اُس نے کہا بیٹا جیسا حساب لگا دیا ویسا تم نے انعام پایا۔

(۱۹۰) ایک ظریف افلاس سے نہایت تنگ آیا لوگوں نے پوچھا کچھ روپیہ پیسہ تمہارے پاس ہے؟ کہا نہیں مگر میری عورت کے پاس البتہ ہے پوچھا کیا ہے؟ کہا اُس کا حقِ مہر میرے ذمے واجب ہے۔

(۱۹۱) ایک ظریف راہ میں کسی کے کوٹھے کے نیچے سے گزرا۔ اتفاقاً کوٹھے پر سے کوئی شخص گرا خدا نے گرنے والے کو تو بچا لیا مگر ظریف کی گردن پر صدمہ سخت آیا احباب نے عیادت کر کے استفسارِ حال کیا ظریف نے جواب دیا بڑے تعجب کی بات ہے کہ گرنے والا سستا چھوٹے اور گردن میری ٹوٹے؟

(۱۹۲) ایک شخص اپنا کچھ مال اور زیور ایک ساہوکار کے پاس امانت رکھ گیا تھا جب وہ لوٹ کر آیا اور اُس نے ساہوکار سے اپنی امانت طلب کی تو وہ ساہوکار اُس شخص سے لڑنے لگا۔ تب ایک عورت چالاک نے اُس سے کہا کہ اگر میں تیرا سب مال اُس سے دلا دوں

[illegible]

تو مجھے کیا دے گا؟ اُس نے کہا چہارم حصّہ دوں گا۔ عورت چالاک نے کہا میں کل صبح کو ساہوکار کے پاس جاؤں گی اور تو بھی میرے جانے کے بعد تھوڑی دیر پیچھے آنا اور ساہوکار سے اپنا مال طلب کرنا وہ قطعی تجھے تیرا مال حوالے کر دے گا۔ دوسرے دن وہ عورت بہت سا اپنا مال لے کر اُس ساہوکار کے پاس گئی اور کہنے لگی میرا خاوند پردیس گیا ہے اور میں بھی اب جاتی ہوں۔ یہ مال میرا تم اپنے پاس امانت رکھ لو۔ اتنے میں وہ شخص بھی آگیا اور ساہوکار سے اپنا مال طلب کیا ساہوکار نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اس شخص کا مال تھوڑا ہے اور عورت کا مال بہت سا ہے اگر اس سے انکار کروں گا تو اس عورت کے دل میں شک میری خیانت کا ہو جائے گا اور یہ مال سپرد نہ کرے گی۔ پس اُس نے فی الفور اُس آدمی کا مال حوالے کیا۔ اُسی وقت اُس عورت کی لونڈی نے آکر کہا بی بی میاں آگئے۔ عورت اُسی وقت اپنا زیور لے کر اپنے گھر آگئی اور اُس شخص نے چہارم حصّہ لے لیا۔ وہ شخص بھی خوش و خرّم اپنے گھر کو روانہ ہوا

(۱۹۳) کسی ظریف نے شراب فروش سے دمڑی کی شراب مانگی اُس نے کہا اتنے میں کیا ہوگا زیادہ لو جس میں کچھ نشہ ہو۔ ظریف بولا مَیں

جامِ دل تو بادۂ شرارت سے بھرا ہی صرف سہارا چاہیئے۔
(۱۹۴) ایک مولوی جمعہ کے دن غسل کرکے لباس سفید پہن کر جمعہ کی نماز کو چلے۔ ایک کسبی اپنے کوٹھے پر بیٹھی پان کھاتی اور حقّہ پیتی تھی پان کی پیک جو تھوکی تو جناب کے عمامہ پر پڑی اور کچھ ریش سفید بھی آلودہ ہوگئی وہ ریش سفید اور اُس پر سرخی پان کا رنگ نظارگیان بازار کو تماشہ ہوگیا مولوی صاحب نے سر اونچا کرکے فرمایا او بدبخت تو کچھ دیکھا تو کر۔ اُس نے جواب دیا کہ ہیں اگر تم کو دیکھتی تو تمہاری ڈاڑھی پہ کبھی نہ تھوکتی۔
(۱۹۵) ناصر علی شاعر نامی گرامی تخلص علی نے ایک قصیدہ نواب ذوالفقار علی کے پاس لکھ کر پیش کیا اور کہا اس قصیدے کی قدر وافی فرمائیے ہر شعر کے صلے میں ہزار ہزار روپیہ دلوائیے اور یہ مطلع سُنایا ؎
اے شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار ٭ نامِ تو در تبرد کند کارِ ذوالفقار
نواب صاحب نے اس مطلع کے صلے میں ہزار روپیئے عنایت کرکے فرمایا کہ زیادہ ازیں مقدرتِ شنیدن ندارم۔ شاعر نامور کو یہ کلمہ ناپسند آیا مکان پر آیا ہجو لکھنے کو قلم اُٹھایا نواب صاحب فوراً شاعر کے مکان پر آئے کہا کہ از زبانِ علی ہجوِ ذوالفقار عجب است

شاعر نے اس کلامِ لطیف کی ایسی قدردانی کی کہ ہجو کو چاک کر ڈالا۔

(۱۹۶) ایک روز سراج الدین بہادر شاہ کنارے دریا کے چمن پر شکار کھیلتے تھے۔ دن بہت چڑھ گیا آفتاب سمت الراس پر آیا آپ نے فرمایا یہاں سے پل بہت دور ہے عبورِ دریا میں دیر ہو گی پانی دریا کا پایاب ہے یہیں سے اتر چلیں حسب الحکم کہار تختِ رواں لے کر دریا میں اتر پڑے آبِ دریا کمر کمر آیا جو لوگ کہ حاضرِ سواری تھے سب کو اسی راہ سے اترنا پڑا۔ ایک خواجہ سرا ہاتھ میں پنکھا لئے ہوئے کبھی پائنچے اٹھاتا تھا اور کبھی دامن سنبھالتا تھا بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ کیوں کچہری تک پانی پہنچا کہ نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ کچہری تو کیا دیوانِ خاص تک ڈوب گیا۔

(۱۹۷) ایک بادشاہ نے درویشِ عزلت نشین سے کہا کہ آپ بڑے جوانمرد عالی ہمت ہیں جو عیشِ دنیوی پر لات مار کر گوشۂ عزلت اختیار کی درویش نے جواب دیا کہ میں نے تو تکلیف باُمیدِ بہشت بقائے عیشِ جاودانی کے اختیار کی۔ آپ مجھ سے زیادہ عالی حوصلہ ہیں کہ دنیائے چند روزہ کے لیے بقائے عیشِ جاودانی پر لات مار دی۔ بادشاہ یہ جواب پا کر لاجواب ہوا۔

(۱۹۸) کسی کا ڈول اور رسّی چوری گیا اُس نے یہ اشتہار دیا کہ چور صاحب بڑی عنایت کریں اگر میرے گھر سے کنواں بھی اُٹھائے جائیں کیوں کہ اب وہ میرے پاس بے کار پڑا ہے۔

(۱۹۹) ایک شخص بہ تلاشِ محرری کسی امیر کے پاس گیا امیر نے کہا اچھا تم نوکر ہوئے کام کرو چوں کہ تم کام سے ناواقف ہو اس واسطے تنخواہ چھ ماہ کے بعد ملے گی۔ اُس نے کہا بہتر تو بس اب میں چھ مہینے بعد حاضر ہوں گا۔

(۲۰۰) ایک سال خوردہ آدمی جس کی کمر بڑھاپے سے جھک گئی تھی کُبڑے کی طرح راہ میں چلا جاتا تھا ایک مسخرے نے پوچھا کہ بڑے میاں کیا ڈھونڈتے ہو؟ بوڑھے نے جواب دیا کہ "بیٹا میری جوانی کھوئی گئی ہے اُسی کو ڈھونڈتا ہوں" مسخرے نے کہا بڑے میاں کیوں جھوٹ بولتے ہو یہ کیوں نہیں کہتے کہ قبر کے لئے زمین ڈھونڈتا ہوں۔

(۲۰۱) ایک انگوٹھی امیر کی محل سرا میں گم ہوئی بہت تلاش کی نہ ملی۔ ابومعشر نام ایک نجومی تھا اور وہ علمِ نجوم میں کمال رکھتا تھا امیر نے اُس کو بُلا لیا اور کہا کہ از روئے نجوم کے میری انگوٹھی بتاؤ کہ کہاں ہے؟ اُس نے نجوم دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ اُس

انگوٹھی کو لیا ہی" امیر اور حاضرین مجلس تمام ہنسنے لگے آخر کو جو تلاش بہت کی کلام اللہ میں اُس انگوٹھی کو پایا یاکہ وقتِ تلاوت قرآن کے اُس میں بھول گیا تھا۔

(۲۰۲) ابو الاسود نام ایک فاضل عرب بخیلی میں بہت مشہور تھے۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ تو ظریف علم و حلم کا ہی لیکن عیب تجھ میں یہ ہی کہ تو ممسک ہی اُس نے کہا کہ "خوبی ظرف کی یہ ہی کہ وہ ممسک ہو جو چیز کہ اُس میں رکھیں اُس سے باہر نہ ہو"

(۲۰۳) ایک نالایق اپنے باپ کو زد و کوب کر رہا تھا ہمسائے سُن کر دوڑے اور اُس سے کہا ای نالایق اپنے قبلہ و کعبہ سے کوئی اس طرح پیش آتا ہی۔ وہ حرام زادہ بولا "واہ جناب اگر قبلہ ٹیڑھا ہوگا تو اُس کو سیدھا نہ کریں گے"

(۲۰۴) ایک فقیر نے ایک بخیل کے دروازے پر جا کر سوال کیا بخیل گھر میں سے بولا کہ کل میں نے اپنے دوستوں کی ضیافت کی ہی اور کھانا بہت پکے گا۔ کل تو بھی آئیو تجھ کو بھی حصہ ملے گا فقیر نے کہا آج کے روز اس قدر دے کہ کل نہ آؤں وہ بخیل ہنسا اور کچھ اُس کو دے دیا۔

(۲۰۵) ایک ظریف نے بیان کیا کہ میں نے شب کو ایک خواب

آدھا سچّا آدھا جھوٹا دیکھا احباب نے پوچھا کہ یہ آپ نے نیا لطیفہ سُنایا وہ خواب آدھا جھوٹا آدھا سچّا کیا نظر آیا؟ ظریف نے بیان کیا کہ "مَیں نے خواب میں اپنے کندھے پر توڑا روپیوں کا دیکھا جب آنکھ کھولی تو کندھے کا درد بدستور پایا مگر توڑا روپیوں کا نظر نہ آیا"

(۲۰۶) ایک حاکمِ عدالت واحد العین تھے حُسنِ اتفاق سے اُن کے اجلاسِ معدلت اساس میں ایک شخص کانا کسی مقدمے میں حاضر لایا گیا اور بہ ثبوتِ جُرم سزایاب ہوا۔ حکمِ سزا سُن کر کانا بول اُٹھا کہ "بندگانِ حضور نے ہم چشموں پر ذرا رعایت نہ فرمائی" حاکم نے جواب دیا کہ "ہم سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں"۔

(۲۰۷) ایک پادری صاحب مجمعِ عام میں وعظ سُنا رہے تھے مگر وہ لوگ دل لگا کر نہیں سُنتے تھے اور پادری صاحب ہر فقرے پر فرماتے تھے "بھائیو یہ میرے نصائح سُنو" جب شام کو پادری صاحب اپنے گھر آئے تو ایک مس عاقلہ نے کہا کہ آج تو آپ کا وعظ سننے کو آدمی بہ کثرت جمع تھے۔ پادری صاحب نے برہم ہو کر فرمایا "ایک بھی آدمی نہ تھا سب گدھے تھے" مس صاحبہ نے ہنس کر ظرافتاً کہا کہ "جب ہی آپ بھائیو بھائیو کر کے اُن کو مخاطب کرتے تھے"۔

(۲۰۸) ایک شخص کا گھوڑا رات کو چوری گیا اُس نے صبح کو اپنے احباب سے گھوڑے کا چوری جانا بیان کیا کہ ایک شخص بولا تمہاری حماقت تھی کہ تم گھوڑا باندھ کر بے خبر سو رہے دوسرا بولا کہ نہیں صاحب سائیس کی بے وقوفی تھی کہ نہ آپ جاگا اور نہ مالک کو جگایا، مالک اسپ نے کہا یہ سب حماقت میری ہی میں جانتا تھا کہ تم سب کے کہنے سے گھوڑا مجھے نہ مل جائے گا. مگر تم سے کہہ کر مفت احمق بنا۔"

(۲۰۹) تیمور شاہ صاحب قران قصبۂ ماہان سرحد ملک کرمان میں حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی ملاقات کو تشریف لے گئے بعد گفتگوئے شوقیہ کھانے کا وقت آیا، مہتمم مطبخ نے طعامِ لذیذ ہر قسم کا حضرت شاہ صاحب ممدوح اور صاحب قران تیمور کے روبرو چُنا، بادشاہ نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ یہ کھانا ہم کو حلال ہے یا حرام حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ع

"بر تو حرام آمد و بر من حلال"[1]

بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ اسی عرصے میں ایک پیر زن داد خواہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے ایک بکری کا بچہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی نذر کو رکھا تھا اُسے بادشاہی مطبخ کے دارو غہ

[1] تم پر حرام ہے اور مجھ پر حلال۔

نے زبردستی پکڑے چبا کر خاصہ طیار کیا بادشاہ یہ سن کر حضرت کی کرامات کے قایل ہوا اور پیرزال کو بہت کچھ روپیہ دے کر راضی کر دیا۔

(۲۱۰) ایک عورت دوسرا مرد جو دونوں فنِ عیاشی میں پورا انتہا کا ملکہ رکھتے تھے آپس میں اپنی اپنی تعریف میں مصروف تھے اور دونوں کو ایک دوسرے کی تردید یہ کلام مدِ نظر تھی۔ عورت کہتی تھی کہ "میں نے اس فن کے سیکڑوں باکمال دیکھے ہیں آپ کی حقیقت ہی کیا سمجھتی ہوں" مرد کا مقولہ تھا کہ "میری عمر بھی اسی فن میں صرف ہوئی ہے تم سی ہزاروں کو سمجھتا ہی کیا ہوں" غرض یہ معاملہ پیش ہی تھا کہ ایک منصف تشریف لائے اور مرد سے کہا کہ "میاں عورتوں سے جیتنا محال ہے امیر ہو یا غریب فقیر ہو یا بادشاہ یہ سب کو ننگا کر دیتی ہیں"

(۲۱۱) دو شخص ناچ دیکھنے چلے ایک اندھا اور دوسرا بہرا۔ دونوں کسی امیر کی محفل میں تمام رات تماشا دیکھا کیے صبح کو جب مکان کو واپس آتے تھے اثناء راہ میں بہرے نے اندھے سے پوچھا کیوں بھئی ناچ کیسا تھا اندھے صاحب بولے کہ بھئی آج تو صرف گانا ہوا ناچ کل ہوگا اور بہرا کہنے لگا کہ آج

صرف ناچ ہوا ہے گا ناکل ہو گا سُننے والے اس بات پر سب ہنسے
کہ دونوں نے سچّی کہی۔
(۲۱۲) تین احمق قطب صاحب کا مینار دیکھ کر اظہارِ متانت
و ذکاوت کرنے لگے ایک بولا اگلے زمانے میں آدمی بہت
بلند قد ہوتے تھے کہ اتنا لمبا مینار بنایا دوسرے نے کہا تو بڑا
نادان ہے اِس مینار کو زمین پر بنا کر کھڑا کر دیا ہے تیسرے نے
کہا تم بڑے احمق ہو عُمقِ چاہ میں اس کو بنایا ہو گا اب طبقہ
زمین اُلٹ گیا اِس لیئے یہ اونچا ہو گیا ہے۔
(۲۱۳) ایک شخص نے کسی فقیر سے جو یادِ الٰہی میں مصروف تھا سوال
کیا کہ "یا حضرت شیطان کو آپ دشمن جانتے ہیں؟" فقیر نے جواب
دیا کہ "دوست کے ذکر و فکر سے اِس قدر فرصت نہیں ملتی
ہے کہ دشمن کو دشمن سمجھوں"۔
(۲۱۴) ایک لاغر بھیڑیئے نے ایک فربہ کتّے سے سبب فربہی کا
دریافت کیا اُس نے کہا بہ سبب رفاقت مالک کے کھانا بہت
عمدہ پاتا ہوں اگر تم بھی اس کو اختیار کرو تو عمدہ کھانے پاؤ اور
فربہ ہو جاؤ وہ راضی ہوا اور ہمراہ چلا پھر اُس کے گلے میں نشان
پٹّے کا دیکھ کر پوچھا یہ نشان کیسا ہے؟ اُس نے کہا یہ داغ پٹّے کا ہے

بھیڑیئے نے کہا کہ "گلے میں پٹہ غلامی کا باندھ کر نعمت کھانے سے سوکھے ٹکڑے آزادی کے کھانے بہتر ہیں"۔

(۲۱۵) ایک جوان سبز پوش پینس پر سوار جاتے تھے ایک فاحشہ نے یہ حالت دیکھ کر یہ پھبتی کہی (میاں مٹھو پنجرے میں چپکے بیٹھے ہو بولتے نہیں) اُس ظریف نے فوراً جواب دیا (ٹانگ دو تو بولیں گے) وہ یہ جواب سُن کر نہایت شرمندہ ہوئی۔

(۲۱۶) بادشاہِ ایران نے شاہ جہاں بادشاہِ ہندوستان کو لکھا کہ کیوں حضرت ہیں تو آپ ہندوستان کے بادشاہ اور نامِ نامی آپ کا شاہِ جہاں کُل دُنیا بھر کا بادشاہ آپ کو ثابت کیئے دیتا ہے۔ یہ کیا بات ہے اس کا جواب لکھیئے۔ شاہ جہاں نے جواب دیا کہ جہان اور ہند کے عدد تاریخی یعنی ۵۹ برابر نہ ہوں تو آپ کا اعتراض صحیح ورنہ غلط آپ اپنی غلطی کا جواب عنایت کیجیئے۔

(۲۱۷) ایک شخص مدیون تھا وعدہ کرتا رہتا تھا مگر ادائی نہ ہوتی تھی ایک روز قرض خواہ کو بُلایا اور دعوت کی اُمیدوار ایفاء وعدہ ہوئے مدیون نے فرمایا کہ میں نے ببول بویا ہے اور اسی طرف سے روئی کی گاڑیاں جاتی ہیں جو روئی کانٹوں میں لگ رہے گی اُس کو فروخت کر کے ادائی کروں گا۔ قرض خواہ ہنسنے لگا مدیون

نے کہا" کیا خوب جب قرض خواہ نے قرض بھر پایا تو خوش ہوئے۔"

(۲۱۸) محمد شاہ کے سرداروں میں محمد خاں نامی ایک ظریف تھا نادر شاہ نے اُس سے پوچھا کہ" ولایت کے مرد اور ہند کی عورت سے اگر نکاح کیا جائے تو کیا نتیجہ پیدا ہوگا؟" فوراً جواب دیا کہ" نادر نتیجہ پیدا ہوگا۔"

(۲۱۹) کسی امیر نے خفگی میں اپنے نوکر کو سور کا بچہ کہا۔ وہ بولا کہ" حضور ماں باپ ہیں جو چاہیں سو کہیں۔"

(۲۲۰) سلطان محمود ایک دفعہ بہت برہم تھا کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ کہے۔ ایک غلام نے عرض کی کہ مدتوں سے حضور کی خدمت کرتا ہوں نام ولقب حضور سے ناواقف ہوں۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا چاچا گومت کہا۔ غلام نے دست بستہ عرض کی جہاں پناہ یہ تو لقب ہوا اور نام کیا ہے؟ بادشاہ اس پر ہنس پڑا اور انعام عطا کیا

(۲۲۱) کسی ایرانی سے کسی صاحب کی گفتگو ہو رہی تھی دوران گفتگو میں لفظ متقی آگیا ایرانی اس کے سمجھنے سے قاصر رہا اور بایں معنی پرہیزگار اور پارسا وغیرہ بتلا کے متقی کا ترجمہ کیا گیا لیکن اس سے بھی اس کے ذہن میں نہ آیا پھر مستفسر ہوا کہ اس کی عملی صورت بیان کرو اس سے سمجھ لوں گا تب بیان کرنے والے

نے یوں مُتقّی کی تشریح کی کہ اگر کسی خالی مکان میں ایک مہینہ جوان
عورت کے ہمراہ کوئی شخص شب باش ہو اور صبح کو پاک اُٹھے
اُس کو مُتقّی کہتے ہیں ایرانی بولا "فہمیدم فہمیدم (سمجھا سمجھا) درملک
آنرا مخنّث میگویند"۔

(۲۲۲) ایک افیونی صاحب افیون کھا کر اُس کی پینک میں بیٹھے
تھے کہ ایک مکھی بار بار ان کی ناک پر آکر بیٹھتی تھی یہ اُس کو اُڑاتے
اُڑاتے تھک گئے مگر مکھی بدستور آکر بیٹھتی تھی غصّے میں آکر
نکال چاقو ناک کاٹ ڈالی اور کہا کہ حرام زادی اب کاہے
پر بیٹھے گی وہ اڈا ہی کاٹ ڈالا۔

(۲۲۳) ایک اُستاد بچّوں کو تفریق کا قاعدہ یوں سمجھا رہا تھا کہ
ایک ہی قسم کی چیزوں میں سے گھٹانے کو تفریق کہتے ہیں مثلاً تم
چار قلموں میں سے تین پنسلیں نہیں گھٹا سکتے یا تین گھوڑوں
میں سے دو کُتّے نہیں نکال سکتے۔ ایک کم عمر لڑکا بولا کہ "میرے
ابّا نے تو چار گایوں سے تین سیر دودھ نکال لیا تھا"

(۲۲۴) ایک مجلسِ وعظ سے دو عمر رسیدہ شخص وعظ سُن کر
اپنے گھر واپس جا رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ "وہ
شخص جو ہمارے پاس بیٹھا تھا کیسا باتمیز تھا وہ آدابِ مجلس سے

بھی نابلد (ناواقف) تھا۔ مجھے بہت بے آرام کیا، وعظ میں وہ ایسے زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔ کہ میری آنکھ کُھل گئی۔

(۲۲۵) ایک صاحب کوٹھے پر بیٹھے کوئی کتاب مطالعہ کر رہے تھے ہوا بھی تند ورق بار بار اُڑ رہا تھا۔ کئی دفعہ اُنہوں نے ورق سے کہا "نہ اُڑ"، مگر ہوا ورق کو بار بار اُڑا رہی تھی۔ آخرِ کار ان کو جو غصہ آیا۔ ورق سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے "تجھے ایسا ہی اُڑنے کا شوق ہے تو لے دل کھول کے اُڑ، اور ورق پھاڑ کر اُس کی پتنگ بنا کر اُڑانے لگے۔

(۲۲۶) نادان دوست۔ ایک احمق اپنے دوست سے ملنے گئے، اتفاق سے اُس وقت وہ سو رہا تھا۔ آپ نے سوچا کہ اس سے کوئی دل لگی کرنی چاہیئے یہ خیال آتے ہی چھُری نکال اُس کا سر اُڑا دیا اور پھر سر کو لے کر ایک کونے میں جا چھُپے کہ بیٹا! اُٹھیں گے تو بہت چکرائیں گے کہ سر کہاں گیا۔ اتنے میں ایک ہمسایہ آن نکلا اُس نے یہ ماجرا دیکھ کر فوراً پولیس میں خبر کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پکڑے گئے اور پھانسی پائی۔ سچ ہے کہ نادان کی دوستی بھی بُری۔

(۲۲۷) نشے کی خوبی۔ ایک افیونی اپنے کسی دوست کے ہاں

جا نکلے۔ دروازے پر جاکر آواز دی۔ اندر سے نوکر نے جواب دیا "ہیں نہیں" آپ نے خیال کیا کہ کم بخت نے جھوٹ کہلوا دیا اچھا کبھی میرے گھر پر بھی تو آئے گا۔ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ وہ دوست آیا۔ یہ تو پہلے ہی سے بھرے بیٹھے تھے۔ آواز سُنتے ہی گھبرا کے خود ہی بول اُٹھے "وہ تو ہیں نہیں" دوست نے کہا "کیا میں ایسا پاگل ہوں جو میں تمہاری آواز نہیں پہچانتا" اس پر افیونی صاحب بگڑ گئے اور بے ساختہ بول اُٹھے "کیوں جی ہم تو تمہارے نوکر تک کا اعتبار کرکے چلے آئیں اور تم کو خود ہمارے قول کا بھی اعتبار نہیں"

(۲۲۸) **تر یا چرتر**۔ دیکھو ایک بازاری عورت کسی رئیس سے شادی کر لینے کے بعد اس کے کہنے سے اپنے پرانے آشنا کو خط لکھتی ہے۔

۱ جو محبت کہ میں نے آج تک تمہاری نسبت ظاہر کی ہے فضول ہے۔ بلکہ آپ کی نسبت میرا نفرت کا خیال

۳ روز بروز ترقی پر ہے۔ جتنا تمہارا غور کرتی ہوں اُسی قدر میری نظروں میں تم قابلِ نفرین معلوم دیتے ہو۔ اور

۵ میں ہر طرح اپنے آپ کو اس امر کی مستعد پاتی ہوں کہ آپ سے

انتقام لیا جائے میرا کبھی ارادہ نہ تھا کہ

۷ ہمارے درمیان دوستی پیدا ہو آپ کی آخری ملاقات سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ سخت فطرتی اور عیار شخص ہیں اور میں اس امر

کا یقین نہیں کر سکتی کہ

۹ آپ اطوار حمیدہ اور شریفانہ رویّہ رکھنے والے ہیں۔

آپ کی موجودگی اور خطوط میری طبیعت کو نہایت منغّص کرتے ہیں

۱۱ اور اگر ہمارے درمیان سلسلۂ اتحاد و دوستی قایم رہا تو

میرے رشتہ دار مجھ سے بدگمان رہیں گے۔ لہٰذا کبھی خیال

تک بھی نہ لاویں کہ

۱۳ آپ سے ملاقات کرنے میں مجھے خوشی حاصل ہوگی۔ آپ کے خطوط ہیں

معمور گندہ خیالی سے اور ہمیشہ لغو ہوتے ہیں۔

۱۵ لیاقت شرافت اور عقلمندی سے الوداع یقین جانیں کہ

میں اب کسی صورت میں اپنے آپ کو ہرگز تصور نہیں کرتی ہوں۔

۱۷ کہ میں آپ کی پہلی جیسی وفادار خادمہ ہوں۔

راقمہ۔ ایک خدا کو ماننے والی جو طاق ہر جفت نہیں۔

نوٹ۔ اصل مطلب کے واسطے طاق سطریں ۱-۳-۵-

۷-۹-۱۱-۱۳-۱۵-۱۷- پڑھو۔

(۲۲۹) چار یار۔ چار دوست۔ بہرہ۔ اندھا۔ لنگڑا اور ننگا ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اثنائے سفر میں بہرا بولا یارو! سُنتے ہو کچھ گُھسر پُھسر کی آواز آرہی ہی کہیں چور نہ ہوں۔ اندھا کہنے لگا تم سچ کہتے ہو۔ وہ دیکھو سامنے والی جھاڑی کے پیچھے کچھ آدمی نظر آتے ہیں۔ یہ سُن کر ننگا چلّا اُٹھا کہ یارو تمہارا تو کچھ نہ بگڑے گا میں مفت میں لُٹ جاؤں گا۔ اتنے میں لنگڑا اکڑ کر بولا ارے بے وقوفوں مرے کیوں جاتے ہو۔ یہی ہی تو آؤ بھاگ چلیں۔

(۲۳۰) اُلٹی تاثیر۔ ایک میراثی سفر میں تھے چلتے چلتے ٹانگیں دُکھنے لگیں۔ تو دعا مانگی یا اللہ کوئی سواری بھیج یہ کہہ کر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک داروغہ صاحب گھوڑی پر سوار ملے اُنھوں نے از راہِ تحکّم کہا کہ "ہماری گھوڑی کا بچّہ تھک گیا ہی اُس کو ذرا گود میں اُٹھائے" تب تو میراثی بہت سٹ پٹاتے کہنے لگے واہ اللہ میاں اتنے دن خدائی کرتے گزر گئے مگر آج تک نیچے اوپر کا فرق بھی معلوم نہ ہوا"۔

(۲۳۱) بخیل کی دوستی۔ ایک شخص کو کہیں دُور کا سفر درپیش ہوا۔ چلتے وقت جب اپنے بخیل دوست سے ملے تو کہنے لگے کہ بھئی اپنی کچھ نشانی تو دلواؤ۔ بخیل بہت سٹپٹایا، ابھی کچھ جواب

دینے پایا تھا کہ دوست نے کہا "یار یہ انگوٹھی دے دو جسے دیکھ کر میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ بخیل۔ بھئی انگوٹھی کا کیا اعتبار، ممکن ہے کہ گم ہو جائے۔ سہل نسخہ یہ ہے کہ اپنی انگلی خالی دیکھ کر مجھے یاد کر لیا کرنا۔ غرض تو یاد کرنے ہی سے ہے نا!"

(۲۳۲) بیوی بہن۔ ایک میاں بازار سے ایک روپیہ بھنا کر لائے گھر میں آکر گننے لگے تو بھول گئے۔ بیوی بولیں کہ واہ تم سے ایک روپئے کے پیسے بھی نہیں گنے جاتے، لاؤ میں گنوں مگر اتفاق سے وہ بھی گنتے گنتے بھول گئیں۔ تب تو میاں نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگے "واہ تم بھی ہماری ہی بہن نکلیں"

(۲۳۳) ارسطو حکیم کی بیوی بڑی بدمزاج تھی۔ اپنے شوہر کو سخت سست اور برا بھلا کہا کرتی تھی۔ حکیم سمجھدار تھا سن کر خاموش ہو جاتا تھا۔ ایک دن وہ نیک بخت کوٹھے پر بیٹھی برتن دھو رہی تھی اور جو منہ میں آیا شوہر کو کہہ رہی تھی وہ سن رہا تھا، کان نہ ہلاتا تھا، اپنے مطالعے میں غرق تھا۔ بیوی بہت جز بز ہوئی اور غصے میں آکر برتنوں کا دھوون انڈیل دیا۔ تب افلاطون نے کتاب پر سے سر اٹھایا اور نہایت متانت سے کہا "کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ جو گرجتے ہیں وہ برستے بھی ہیں"

(۲۳۴) ایک بیوی تھیں، جن کے شوہر بزرگ آدمی تھے لوگ اعتقاداً اُن سے رجوع تھے، تعویذ گنڈے بھی کرتے تھے مگر بیوی گھر کی مرغی دال برابر سمجھ کر کچھ قدر نہ کرتی تھی اور ہمیشہ طعنے مہینے دیا کرتی تھی کہ تعویذ گنڈے جھوجھا کا تم نے کیا ڈھونگ پھیلا رکھا ہے صاحبِ کرامت اور ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ بے وقوف ہیں جو تمہارے پاس آتے ہیں وہ بیوی کو اپنا کمال دکھانے کو ایک دن اپنے ہمسائے کے مکان میں سے آسمان پر پرواز کرنے لگے۔ پھر وہاں سے گھر آئے تب بیوی نے کہا کہ دیکھو اللہ والے ایسے ہوتے ہیں آج ایک بزرگ کس شان سے آسمان پر اُڑ رہے تھے میاں دل میں بہت خوش ہوئے کہ خیر آج تو بیوی نے میری قدر کی میاں بولے "وہ اُڑنے والا یہی خاکسار تھا" بیوی بولی "ہے ہے جب ہی تم ٹیڑھے اُڑ رہے تھے"

(۲۳۵) ایک گنوار کو کسی عدالت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ آخر کو وہ مقدمہ جیت گیا اور بہت خوش ہو کر حاکم کا نام پوچھا اُن کا نام تھا چراغ علی یہ سنتے ہی گالی دے کے بولا "کہ چراگ علی نا ہیں یا کا ناؤں مسال علی ہے"

(۲۳۶) دو دوستوں کا کسی قبرستان میں سے گزر ہوا۔ ایک صاحب ذرا ٹھٹکے اور دوسرے سے کہا تم نے شہرِ خموشاں دیکھا! ان میں سے چوتھائی تو جوروؤں کے مارے ہوئے ہیں یعنی عورتوں نے جلا جلا کے مار ڈالا رہے چوتھائی وہ خدمت گاروں کی نمک حرامی اور دغا بازی سے مرے ہیں اور چوتھائی ان ناتجربہ کار اور رستے حکیموں کے کشتے ہیں اور باقی صرف چوتھائی اپنی موت سے مرے ہیں۔

(۲۳۷) ایک افیونی کی جورو نے کہا کہ میاں جاؤ کسی کھیت سے کچھ ترکاری لاؤ۔ بیوی کے حکم پر یہ بادلِ ناخواستہ گھسٹتے گھسٹتے گرتے پڑتے چلے۔ بستی کے باہر آتے ہی پاخانے کی حاجت معلوم ہوئی۔ ایک موقع مناسب جہاں ایک ڈبرا پانی کا کھیت کے پاس ہی بھرا ہوا تھا۔ قضائے حاجت کو بیٹھے۔ دفعتہً مینڈک "ٹرٹر" پکارا۔ یہ چونکے اور وہاں سے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ "تو ٹر تیرا باپ ٹر، ہم کو کس کا ڈر یہاں نہیں اور جگہ سہی" ع

"پائے[1] مرا لنگ نیست ملکِ خدا تنگ نیست"

وہاں سے آگے بڑھے۔ ایک بھٹے کے کھیت میں اپنی سپر تلوار کھیت کی مینڈھ پر رکھ کر بہ اطمینان بیٹھے، ہنوز فارغ نہ ہوئے تھے۔ کہ کھیت والا یہ سمجھ کر کہ کوئی بھٹے توڑ رہا ہے للکارا۔ یہ گھبرا کر اٹھے

[1] مجھے کچھ مجبوری نہیں نہ میں لنگڑا نہ خدا کا ملک تنگ محدود ہے۔ ۱۲

مگر سپر تلوار لینا بھول گئے۔ اتنے میں کھیت والا آ پونہچا یہ پہلے ہی سٹک گئے تھے۔ کھیت والے کے ہاتھ میں گھاس کھودنے کی کھرپی تھی۔ اُس نے تلوار دیکھ کر تلوار تو اپنی بغل میں دبائی اور کھرپی سپر پر رکھ کر چلتا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اپنی ضرورت سے جب فارغ ہوئے تو افیونی صاحب کو سپر تلوار یاد آئی۔ جھپٹ کر اُسی مقام پر آکر دیکھا تو سپر ہی مگر بجائے تلوار کے کھرپی دھری ہی۔ کہنے لگے تو ہے کا بھائی لوہا، دھوپ کھایا بنگا (ٹیڑھا) ہوا۔ یعنی مضائقہ نہیں شئے وہی ہی ذرا شکل بدلی ہوئی ہی وہاں سے اُٹھے ترکاری کی تلاش میں سارے دن سرگرداں رہے گھر پونہچتے پونہچتے رات ہوگئی شہر کے قریب جب پونہچے تو فصیل کی ٹکر لگی چونکے دیکھا تو رات زیادہ گئی تھی۔ شہر پناہ کے دروازے بند ہوگئے تھے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے رات کاٹ دی صبح سویرے کوئی شخص آن کر اونچے پر قضائے حاجت کو بیٹھا ایک دست ایسا پھرا کہ یہ سارے لت پت ہوگئے۔ گردن اُٹھا کر دیکھا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ یار تو پہروں سے بیٹھے ہیں ایک منگنی بھی نہ گری عجب خدا کی قدرت ہی کہ آتے ہی سر سے پا تک شور بور کردیا۔ خدا دے تو معدہ ایسا صاف

دے کر آتے ہی فراغت ہو چلتا پھرتا نظر آیا۔"

(۲۳۸) ایک افیونی اور اُن کی بیوی سفر پر چلے کچھ دور چلنے کے بعد دن نکلا۔ ناشتے کے لئے بیٹھے۔ افیونی صاحب نے افیون کی ڈبیہ جیب میں ٹٹولی۔ نہ ملی۔ گھبرا کر بیوی سے کہا تم اپنے پان دان میں تو دیکھو، شاید ہو۔ بیوی نے سارا پان دان اُلٹ پلٹ مارا ڈبیہ ہوتی تو کہیں ملتی۔ تب تو افیونی صاحب چت پڑ گئے اور ہاتھ پاؤں کھنچنے لگے۔ غرض یہ کہ دم توڑنے لگے۔ بیوی حق حیران جنگل بیابان لق و دق میدان میں افیون کہاں سے لائے۔ کوئی گاؤں بھی پاس نہیں۔ جب شوہر کی حالت سکرات کی دیکھی اور شوہر بھی متقاضی ہوا کہ جا کہیں سے افیون لا ورنہ میری جان سے ہاتھ دھو بے چاری آفت کی ماری چلی۔ میاں نے کہا کہ جلد جاؤ اگر تمہارے آنے تک میرے دم میں دم رہا تو خیر ورنہ یہیں گاڑ دینا۔ بیوی قریب کے ایک گاؤں میں پہنچی۔ چھوٹی سی بستی وہاں نہ کوئی بنیئے کی دکان نہ کوئی ایسا خوش باش جو افیون کھاتا ہو۔ ناچار دوسرے گاؤں کو گئی۔ افیون تو وہاں بھی نہیں ملی۔ مگر ایک شخص نے پتہ دیا کہ یہیں قریب فلاں گاؤں میں ایک رئیس اس نام کے ہیں اُن کو افیون کا شوق ہے وہاں

ضرور ملے گی تم جاؤ۔ یہ وہاں پونچی۔ رئیس کے ہاں بہ مشکل رسائی
ہوئی، افیون کا تو اُن کے پاس ڈبّہ بھرا ہوا تھا مگر دینے سے
صاف انکار کیا ہر چند اس نیک بخت نے اپنے شوہر کی حالتِ زار
بیان کی کہ وہ جاں بلب ہے مگر رئیس صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے
اور باعصمت عورت سے ناجائز خواہش کا اظہار کیا۔ اُس نے
انکار کیا اور واپس چلی آئی۔ آکر اپنی ساری سرگردانی کا حال
شوہر سے کہا کہ تین گاؤں پھری مگر کہیں افیون نہ ملی کیا کروں
ناچار خالی ہاتھ آنا پڑا۔ افیونی ابھی زندہ تھا مگر حالت غیر تھی
بولا کہ ”تو عجب بے وقوف ہے۔ اتنی ذرا سی بات پوچھنے آئی ہے یہ
بات بھی کوئی پوچھنے کی تھی، اس میں میری اجازت کی کیا
ضرورت تھی۔ تجھے اپنے فعل کا خود اختیار تھا۔ میری جان
بچانی فرض تھی۔ ایک ذرا سی بات میں تو نے سارا کھیل بگاڑ دیا“
(۲۲۹) ایک افیونی کو آدھی رات گئے افیون کی طلب ہوئی
جھٹ افیون کا انٹا چڑھا گئے۔ بیوی سے کہنے لگے کچھ مٹھاس
کھلواؤ تو افیون کا عمل ہو۔ گھر میں سوائے گڑ کے کچھ مٹھاس
نہ تھی۔ بیوی نے ایک گڑ کی ڈلی لا کر دے دی۔ تب آپ نے
کہا کہ خالی گڑ سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ دودھ نہ ہو۔ بیوی آدھی

پر دو بجے ہیں اس وقت بازار بند ہی دودھ کہاں ملے گا؟ میاں بولے تُو تو یونہیں بہانے کرتی ہی۔ میں جاتا ہوں دیکھ ابھی دودھ لاتا ہوں۔ یہ کہہ ایک لوٹا لے گولی کے گھر پہنچے۔ ہر چند دروازہ کھٹکھٹایا اتنی رات گئے بھلا کون دروازہ کھولتا ہی۔ یہ انتظار کرتے کرتے جب تھک گئے تو وہیں دروازے سے ٹیکا لگا کر کھڑے کھڑے باقی رات گزاری۔ پچھلے پہرے سڑک پر سے ایک اونٹ والا جا رہا تھا۔ آپ بولے میاں دیکھ بھال کے سنبھال کے جانا کہیں اندھیرے میں مجھ غریب کو ٹکر نہ دینا اونٹ والا۔ تو کچھ دیوانہ ہوا ہی۔ میں کہاں تو کہاں۔ میں سڑک سڑک جا رہا ہوں تو دروازے پر کھڑا ہی۔ غرض اونٹ والا چلا گیا اتنے میں گولی کی عورت اُٹھی اور دروازے کے پاس موری تھی پیشاب کرنے کو بیٹھی۔ آپ پیشاب کی آواز سُن کر بولے کہ "دیکھ بھئی دودھ میں پانی نہیں ملانا" عورت نے نا وقت آواز سُن کر دروازہ کھولا کہ یہ کون آفت کا مارا ہی جو اندھیرے مُنہ آن دھمکا۔ دروازہ جو کھولا تو آپ اُس سے لگے ہی کھڑے تھے، دھڑام سے گر پڑے۔ افیونی صاحب نے کہا "دیکھو اُس کم بخت اونٹ والے کو اتنا جتلا دیا تھا، پھر بھی آخر ٹکر دیا سو دیا ہی"۔

(۲۴۰) ایک میاں اور بیوی دونوں افیون کھاتے تھے۔ افیونی کی بھینس چرتے چرتے گم ہوگئی۔ ہر چند تلاش کی نہ ملی۔ تیسرے دن رات کو کسی درخت کے نیچے ایک بھینسا بیٹھا تھا۔ آپ اُسے خوشی خوشی پکڑ لائے اور بیوی سے کہا لو مبارک بھینس مل گئی بیوی بھی دیکھ کر خوش ہوگئی۔ رات ہی کو دوہنے لگی تو وہ بھینس نہ تھی بھینسا تھا۔ ہر چند دوہا دودھ کی ایک بوند نہ نکلی میاں سے آکر بیوی شکایت کرنے لگی کہ یہ کیا بات ہے جو بھینس دودھ نہیں دیتی۔ آپ بولے "کچھ فکر کی بات نہیں سردی کے دن ہیں جنگل میں تین دن بھینس رہی، شاید پانی میں بھی بیٹھی ہوگی۔ سردی کے سبب سے اُس کے تھن سُکڑ کر گولا سا بن گئے ہوں گے۔ دھوپ نکلے گی تو پھر اپنی اصلی حالت پر آجائیں گے اور بافراغت دودھ دینے لگے گی"۔

(۲۴۱) ایک روز نواب **افیون جنگ** بہادر اپنے محل میں بہت خوش و خرّم افیون کھا کر بیٹھے ہوئے تھے **پینک** کی حالت میں یکایک یوں نظر آیا کہ ایک پہاڑ **مصری** کا ہتھیلی میں نظر آتا ہے۔ اُسی وقت **ماما شکر** اور ماما سیویں کو حکم دیا کہ دیوان **لپتے خاں** بہادر کو بُلاؤ۔ لپتے خاں بہادر حاضر ہوئے

بہادر مذکور سے ارشاد فرمایا۔ خدا کے فضل و کرم سے طالع کی خوبی سے ایک پہاڑ مصری کا ہاتھ آیا ہے۔ کوئی ایسی تجویز کرو کہ کہیں جانے نہ پائے یعنی اُس کے لیئے ایک قلعہ مٹھائی کا مضبوط طیار کراؤ اس طرح سے کہ شکرپارے کی اینٹیں چکنے دہی کا چونا مسکے کا گِلا وا کاجو کی فصیل پھینس (کٹھل) کے برج مُوز کے کنگورے جوز کے متوالے لڈو کے گولے کدو کی توپ۔ ترئی کی بندوق۔ کاسی کدو کے گرنال چھچونڈے کی جنزال۔ شیرے کے ریلے دربہشت کی چوکھٹ قلعے کے اوپر۔ پوری کا ابر۔ مانڈے کا شامیانہ۔ ملائی کی مسند گلگلوں کے تکیئے۔ قلعے کے اطراف دودھ کی ندی۔ سفید شکر کی ریتی حلوے کی دلدل اُس میں سر و لے (ایک قسم کے میٹھے ٹکڑے سوئیوں کی قسم کے) کانٹے کھڑے ہوتے۔ اس طرح کا قلعہ طیار ہوا۔ یہ خبر بھنگڑ خاں بہادر کو پہونچی وہ جُھنگلے کی تلوار گُنڈالی کی ڈھال۔ کپڑ چھان (صافی) چولنا (کُرتہ) پہن بعزم جنگ طیار ہوئے اور اپنی فوج جرّار کو پکارا۔ ہندوستانی، فرنگستانی عربستانی، لاہوری، کشمیری، ایرانی، طورانی، بلخی، بخاری رومی، شامی، سکاکوری، راج بندری، چینیا پٹنی۔ بیجاپوری

بدذری، ملکھیٹری، کوشش کردتم، لڑو تم، غنیم کو مارو تم لیے لیے بہادر جوان کو دے اور مصری کی قلعہ شکنی شروع ہوئی کھڑ الکھڑ دھڑا دھڑ، دھما دھم، غبا غب، شپا شپ، تڑا تڑ، پھڑ اپھڑ آوازیں شروع ہوئیں۔ بھنگڑ خاں بہادر کی بیگم یا قوتی بیگم اس خوش خبری کی حاملہ تھیں آواز سنتے ہی کہنے لگیں نواب صاحب نے وہاں فتح پائی میں نے یہاں فتح پائی (یعنی زچگی سے فارغ ہوئی)۔

(۲۴۲) ایک افیونی سپاہی تلوار بند راستے میں پیشاب کو بیٹھے۔ اتفاقاً ایک کتا بھی اُدھر سے گزرا ان کو بے حس و حرکت دیکھ کر ٹانگ اٹھا کر ان پر پیشاب کر دیا۔ افیونی صاحب کتے سے بولے لاحول ولا قوۃ۔ یہ کیا بدتمیزی ہے تجھے آدمی بھی نہیں سوجھتا" اور غصّے میں کتے کے پیچھے تلوار سونت کے دوڑے بھلا کتا کہاں ہاتھ آتا ہے۔ انہوں نے بھی پیچھا چھوڑا ہی نہیں آخر کار کتا اپنے گھر میں جھپ سے گھس گیا۔ انہوں نے صاحبِ خانہ کو بلایا اور برا بھلا کہا، اس نے کہا جناب کتا جانور ہے اس سے ایسی بے جا حرکت ہوئی آپ معاف کیجیے۔ افیونی جھلا کے بولے "جی معافی کیسی میں اسے اس بے ادبی کی قرار واقعی سزا دوں گا۔ آپ کتا میرے حوالے کیجیے" گھگتے

کے مالک نے ذرا پس و پیش نہ کیا مگر جب دیکھا کہ خاں صاحب
بالکل مارنے مرنے پر تُلے ہوئے ہیں تو کتّے کا کان پکڑ کے
اُن کے حوالے کر دیا اور خود بھی ساتھ ہو لیا کہ آخر دیکھیں
یہ کرتا کیا ہے؟ افیونی صاحب کتّے کو گھسیٹ کر اُسی جگہ پر لے
گئے جہاں کہ اُس نے پیشاب کیا تھا اور وہاں جا کر اسی طرح
ٹانگ اُٹھا کر کتّے پر پیشاب کر دیا اور نہایت فخر سے فرمانے لگے
کہ "بدلے کا بدلہ ہوا اب میرا دل ٹھنڈا ہوا"
(۲۴۳) ایک صاحب کی بکری کسی مسجد میں جا گھُسی اور کونڈوں
میں جو ورخت لگے تھے سب کھا گئی۔ مُلّا جی نے بکری کو باندھ ڈالا
شام تک بکری جب گھر نہ آئی تو مالک نے تلاش کرتے کرتے
دیکھا کہ بکری مسجد میں بندھی ہے مُلّا جی سے عذر معذرت کی کہ
جانور ہے معاف کیجئے اِس سے غلطی ہوئی ہے ناسمجھ نہ ہوتی تو
کیوں گھُستی۔ بھلا کبھی آپ نے اس خاکسار کو بھی مسجد میں آتے دیکھا ہے
(۲۴۴) ایک صاحب رات کے وقت کسی کے دروازے کے
سامنے قضائے حاجت کو بیٹھے صاحبِ خانہ نے پکارا مگر جواب
ندارد آخر کار وہ خود آیا اور ان کو پکڑ کر ڈانٹا دپٹا کہ یہ کیا حرکت
ہے تو ہے کون؟ اُس نے کہا تو پوچھنے والا کون؟ صاحبِ خانہ بو-

میں "اللہ کا بیٹا ہوں" وہ بولے تو ہمیں نہیں جانتا ہم کون ہیں ؟ ہم اللہ میاں کے بھتیجے ہیں. صاحبِ خانہ انہیں پکڑ کر مسجد میں لے گیا کہ آپ کو میرے گھر پر رفعِ حاجت کرنے کا کیا حق ہے آپ اپنے چچا کے گھر میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوں۔

(۲۴۵) کسی دیہاتی نے سٹیشن کے بابو سے پوچھا کہ ساڑھے بارہ بجے کی گاڑی کب چھوٹے گی۔ بابو۔ بارہ بج کر تیس منٹ پر۔ دیہاتی۔ تو اب کیا بجا ہے ؟۔ بابو۔ ساڑھے بارہ بجنے میں پندرہ منٹ ہیں۔ دیہاتی اپنی بیوی سے۔ ابھی تو گاڑی کے جانے میں کئی گھنٹے ہیں۔

(۲۴۶) ایک صاحب ریل کے چھوٹنے کے گھنٹہ بھر بعد پہنچے سٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ دس بجے کی گاڑی کب جائے گی ؟ سٹیشن ماسٹر۔ آپ بہت جلد آ گئے ابھی گاڑی کے جانے میں تئیس گھنٹے باقی ہیں آپ نے اتنے پہلے سے ناحق تکلیف کی۔

(۲۴۷) ایک میاں تھے ایک بیوی تھیں۔ رات کو بیوی کو نیند میں غافل پاکر میاں باورچی خانے میں باندی کے پاس اندھیرے گھپ میں جا گھسے وہاں سے پلٹے تو ٹھوکر لگی اور گرے۔ جا بجا برتن بکھرے پڑے تھے۔ سارے ہاتھ کلونس میں بھر گئے ویسے ہی خالی الذہن انہوں نے ہاتھ منہ پر بھی پھیر لیئے۔ بیوی جاگ

اُٹھی، پوچھا کہاں گئے تھے؟ میاں، کہیں بھی نہیں۔ تہجّد کی نماز پڑھنے گیا تھا۔ بیوی۔ تب ہی تمہارے مُنہ پر ایسا نور برس رہا ہے۔ جیسی نماز تھی نور بھی خدا نے ویسا ہی دیا ہے۔

(۲۴۸) ایک افیونی صبح سویرے ضرورت بشری کو جنگل میں گئے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ چند لڑکے ایک درخت کے نیچے جمع ہیں اور شہد کا چھال توڑ رہے ہیں۔ یہ بھی وہاں پہنچے اور کہا کیا کر رہے ہو؟ اُنہوں نے شہد کا چھتّہ دکھلایا اور ایک اُنگلی میں ذرا سا شہد لے کر اُن کو چکھایا بھی۔ افیونی میٹھے کے عاشق ہوتے ہیں، بہت پسند آیا۔ اتا پتا پوچھا کہ بھئی یہ کہاں ملتا ہے؟ لونڈوں نے کہا جنگل میں ہوتا ہے، اس پر مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں، یہ اس کی پہچان ہے۔ دوسرے دن افیونی صبح سویرے ہی شہد کی چاٹ میں گئے۔ جنگل میں دور سے دیکھا کہ ایک جگہ مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ جھپٹ کر پہنچے۔ وہاں سے مکھیاں اُڑا کر ایک اُنگلی بھر چاٹ گئے۔ مگر وہ شہد نہ تھا بلکہ کسی کا پتلا دست تھا۔ بے اختیار بول اٹھے۔ اتا پتا تو برابر ہے، مکھیاں بھی ہیں اور شکل و صورت بھی وہی ہے، مگر ذرا ذائقے میں فرق ہے۔

(۲۴۹) ایک افیونی رات کو دودھ لینے حلوائی کی دکان پر گئے۔

پیسے کا دودھ کلھڑے میں لیا اور وہیں دکان کی دیوار سے لگ کر
پینے کو بیٹھ گئے۔ ابھی پینے نہ پائے تھے کہ پینک کا غلبہ ہوا۔
ایک بدمعاش اُدھر سے گزرا۔ ان کو غافل پاکر سر پر کی پگڑی لے
کر چلتا ہوا۔ سر پر خالی دو پلیا ٹوپی رہ گئی۔ ہوا کا جو جھونکا آیا ذرا
سی ہلکی پھلکی ٹوپی کلھڑے میں جا پڑی۔ اب چونکے اور دودھ
پینا شروع کیا۔ ٹوپی کو ملائی کا ٹکڑا سمجھ کر نگل گئے اور دودھ کی
بڑی تعریف کی کہ سبحان اللہ! کیا بہتر دودھ دیا ہے کہ ملائی کی
روٹی کی روٹی تھی۔ وہاں سے سر برہنہ گرتے پڑتے گھر تشریف
لائے۔ بیوی نے جو دیکھا کہ ننگے سر آیا ہے پگڑی اور ٹوپی خدا جانے
کہاں پھینک آیا بہت خفا ہوئی۔ صبح کو جب افیونی قضائے حاجت
کو گئے تو پائخانے کے ساتھ ٹوپی کا کونا نمودار ہوا۔ پائخانے ہی
میں سے چلانے لگے۔ بیوی بیوی! دوڑنا۔ ٹوپی مل گئی، بیوی نے آکر
دیکھا تو واقعی ٹوپی کا کونا نظر آیا۔ دست پناہ لاکر ٹوپی گھسیٹ لی۔
افیونی کو پگڑی کا خیال آیا کہ ٹوپی کے ساتھ پگڑی بھی تھی۔ بیوی
سے کہنے لگے ٹوپی تو خیر مل گئی، مگر پگڑی نہیں ملی۔ ذرا ہاتھ ڈال
کر دیکھو، پگڑی بھی یہیں ہوگی۔

(۲۵۰) ایک افیونی روز افیون گھول کر پیالی میں رکھ دیا کرتے تھے

چوہا لگو رہو گیا تھا، روز پی جاتا تھا۔ ان کو چور کی تلاش ہوئی، رات کو جاگتے رہے کہ دیکھوں چور کون ہے؟ کچھ رات گئے چوہا پہنچا آپ نے ایک لکڑی رسید کی۔ وہ چوہے کے تو لگی نہیں خود ان کی پنڈلی میں لگی تو آپ کیا فرماتے ہیں۔ چور پکڑ لیا، خیر کیا مضائقہ ہے دو (مار) کھا گیا تو ایک لگا بھی گیا۔

(۲۵۱) ایک افیونی بڑے نکھٹو تھے۔ بیوی بڑی سخت مصیبت میں تھی کہیں سے آمدنی نہیں اور گھر کا خرچ بدستور۔ روز میاں کو کہتی تم گھر سے باہر نکلو اور کمائی کو جاؤ۔ یہ اس کان سنتے اُس کان اڑا دیتے جب بہت تنگی ہوئی اور بیوی نے سختی کی تو خدا خدا کرکے سفر پر جانے کو آمادہ ہوئے۔ بیوی محلّے میں سے تھوڑا سا آٹا اور گڑ قرض لائی اور اُن کے ناشتے کے لیئے کچھ میٹھی ٹکیاں گھڑ گھڑا کے ساتھ کر دیں۔ یہ صبح سویرے ہی حقّہ وقّہ سنبھال، ٹٹوانی پر چڑھ گھر سے نکلے۔ بستی کے باہر ہی فقیر کا ایک تکیہ تھا وہاں پہنچ کر خیال آیا کہ منزل چلنا ہے خدا جانے کب پہنچنا ہو۔ لاؤ ناشتہ تو کرلوں گھوڑی پر سے اُترا اُسے چرنے کو چھوڑ دیا اور خود ناشتہ کیا اور توے کا حقّہ بھر کے دم لگانے لگے۔ پینک جو آئی تو ایسی غوطہ میں گئے کہ سارا دن گھلا دیا، جب ہوش آیا تو آفتاب غروب ہونے میں

تھوڑی دیر باقی تھی۔ گھبرا گئے اُٹھ بیٹھے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ اوہو کتنی بڑی منزل تھی چلتے چلتے سارا دن گزر گیا۔ گھوڑی پر سوار ہوئے اور اُسے اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا، گھوڑی نے گھر کا راستہ لیا۔ آپ بازار میں جب پونہچے تو پوچھا کہ بھئی اس بستی کا کیا نام ہی؟ نام سُن کر خوش ہوئے کہ اوہو کیا خوب، یہ گاؤں بھی ہماری ہی بستی کا ہم نام ہی۔ اب اُترنے کی فکر ہوئی کہ رات کو کہاں سر چھپائیں۔ پوچھنے لگے کہ یہاں کوئی افیونی بھی رہتے ہیں۔ لوگوں نے بتا دیا کہ ہاں فلاں افیونی ہیں فلاں جگہ رہتے ہیں۔ افیونی کا نام سُن کر بہت خوش ہوئے کہ قدرتِ خدا! افیونی بھی ہمارے ہم نام ہی نکلے۔ ع

"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

گھسٹتے گھسٹاتے افیونی کے گھر پونہچے۔ مکان دیکھ کچھ دیر متحیّر رہے کہ اس افیونی کا مکان بھی ہمارے ہی مکان جیسا ہی۔ کُنڈی کھٹکھٹائی اندر سے جواب آیا کون صاحب ہیں؟ انھوں نے اپنا نام لے کر پوچھا۔ فلاں صاحب ہیں؟ بیوی نے جواب دیا کہ وہ آج ہی صبح سویرے پردیس سدھارے ہیں۔ آپ نے دل میں کہا عجیب! ہم بھی آج ہی سفر پر نکلے اور ہمارا دوست بھی آج ہی نکلا۔ باندی نے

جو جھانک کر دیکھا تو دیکھتی کیا ہے کہ میاں ہیں! اندر دوڑی گئی بیوی
بیوی! میاں آ گئے۔ بیوی! دُر موئی! تجھے خدا غارت کرے وہ
بے چارے کہاں؟ خدا جانے آج کہاں ہوں گے اور کتنی دور نکل گئے
ہوں گے۔ غرض یہ کہ گھوڑی کو چھوڑ یہ تو باہر چبوترے پر ایک کوٹھری
تھی اُس میں جا بیٹھے اور پھر پینک آ گئی سر گھٹنوں میں دے کر
غیں ہو گئے۔ گھوڑی گھر تو جانتی ہی تھی دڑائی گھر میں گھس گئی
بیوی گھوڑی کو دیکھتے ہی سہم گئی کہ ہے ہے غضب ہوا! اس مصیبت
سے تو میں مانگ کر آٹا لائی ٹکیاں پکائیں، ناشتہ ساتھ
کیا اور یہ مُوا پھر آن دھمکا۔ پردہ اُٹھا کر جو دیکھتی ہے تو شوہر صاحب
براج رہے ہیں۔ جل کر پیچھے سے آکر ایک دو ہتّڑ رسید کیا کم بخت
جوانا مرگ! تو پھر آ گیا۔ آپ نے سر اُٹھا کر نہایت اطمینان کے لہجے
میں فرمایا "بیوی! اگر تم میرے ساتھ منزل بہ منزل سفر میں گلے
کا ہار رہیں، تو بس ہم سے نوکری ہو چکی"

(۲۵۲) ایک بادشاہ ہتیار سج کر گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کو چلا
اور پیچھے بندر خواصی میں تھا۔ اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر بادشاہ
ایک درے میں جا گھسا۔ وہاں ایک خون خوار اژدہا تھا بادشاہ
کو مع گھوڑے اور بندر کے نگل گیا۔ بات گئی گزری ہوئی، دوسرے

برس شاہزادہ اُسی طرف شکار کو گیا۔ مصاحبین نے عرض کی کہ حضرت کے والدِ ماجد اسی درے میں جہاں بحق ہوئے تھے۔ شاہزادے نے جاکر دیکھا تو وہاں ایک جنگل تھا جس میں ایک تختہ درختوں کا تھا جس کو گول گول پھل لگے تھے اور لال لال پھول کھلے تھے شہزادہ وہ پھل توڑ کے لایا اور شاہی طبیبوں کو بتلا کر پوچھا کہ اس پھل کی خاصیت بیان کرو۔ طبیبوں نے اُس پھل کو شگاف دیا تو اُس میں سے لیس دار عرق رِسا پھر گتّے کو کھلایا اور عملی تجربہ کرنے کے بعد پیش گاہ خداوندی میں یوں عرض رساں ہوئے کہ یہ پھل مرکب ہی، گھوڑے، بادشاہ، اژدہے اور بندر سے۔ جب اس کا تجربہ انسان پر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے استعمال سے وہلۂ اول میں کھاتے ہی طبیعت میں اُمنگ اور جولانی پیدا ہوتی ہی یہ گھوڑے کا خواص ہی۔ دوسرا اثر یہ کہ عمدہ نفیس اور لطیف غذا ہو، تبدیل ذائقے کو کچھ شیرینی ہو، آب سرد ہو، توے کا حُقہ مُنہ کو لگا ہوا ہونٹوں سے باتیں کرتا ہوا مکلّف فرش ہو، گاؤ تکیہ لگا ہوا ہو، اور کچھ دیر آرام لیں۔ یہ خاصّہ شاہانہ طبیعت کا ہی تیسرا وہلہ یہ کہ جسم میں خارشت ہو تو مُنہ ٹیڑھا کرکے کھجانے لگیں، یہ خاصہ بندر کا ہی اور آخری خاصّہ یہ کہ نہ سیر ہو زیادہ کھانے سے آدمی بھرجائے

ہی یہ خاصہ اژدہے کا ہی۔ وہ پھول پوست کا ڈوڈا تھا اور یہ خواص

افیون کے ہیں جس کی نسبت مشہور ہی کہ ع

"خود مرض و جملہ مرض را دواست"

اور نشو و نما اس کا گھوڑے۔ بادشاہ بندر اور اژدہے کے اجزا

سے ہوا ہی جیسا کہ افیون کے اثرات سے ظاہر ہی۔

(۲۵۳) بدرالدین خاں دلی کے مشہور مہر کن مُہر کی کھدائی فی حرف

پانچ روپیئے لیا کرتے تھے مگر "محمد" کا کچھ نہ لیتے تھے۔ ایک شخص

اُن کے پاس گیا اور اپنا نام "محمد بخش" بتلا کر پندرہ روپیئے نذر

کیئے اور کہا کہ میرے نام میں چھ نقطے ہیں پانچ نقطے میں نے چھوڑے

اُس کے عوض میں صرف ایک نقطہ آپ وسطِ دائرے میں لگادیں۔

محسن ہوا جس کے چار حرف ہوتے ہیں مگر اس جدّتِ طبع سے

نہ صرف ایک حرف کم ہوا بلکہ پانچ نقطے بھی گھٹ گئے اور پانچ روپیئے

(۲۵۴) چندا حیدرآباد دکن کی مشہور طوائف بڑی ظریف اور بذلہ

سنج تھی ایک دن کسی جلسے میں ناچ میں اُس کی جوتی پشواز میں اُلجھ

کر فرش پر آگئی ایک نواب نے فقرہ کسا کہ "بی چندا! وہ دیکھو تمہارا

جوڑا (جوتی کو جوڑا بھی کہتے ہیں) تمہارے پیچھے لگا ہی" چندا نے

برجستہ جواب دیا کہ "باندی کا جوڑا ساتھ ہی رہتا ہی مگر امیروں کا جوڑا

دمت گار کی بغل میں رہتا ہے۔"

(۲۵۵) چندا طوائف ایک دن پالکی میں سوار موسیٰ ندی سے پار
ہو رہی تھی۔ پانی پالکی کی تہ کے قریب آگیا تھا۔ سامنے سے ایک
سپاہی صاحب آرہے تھے اُنھوں نے کہا "بی چندا ذرا سنبھالنا
نہیں تمہارا دفتر نہ بھیگ جائے"۔ چندا نے جواب دیا "میاں
میں ہوشیار ہوں دفتر بھیگے یا نہ بھیگے میں تمہارا چہرہ بگڑنے
نہ دوں گی"۔ (سپاہیوں کے حلیئے کو جو وقتِ ملازمت لکھا جاتا ہے چہرہ کہتے ہیں)

(۲۵۶) ایک امیر کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے دائیں
بائیں اُن کے دونوں جوان صاحب زادے نہایت حسین و شکیل
بیٹھے تھے۔ چندا ناچ رہی تھی۔ آپ نے مذاقاً کہا "بی چندا! ذرا ان
شیر کے بچوں کو تو دیکھو" چندا۔ پیر و مرشد ماشاء اللہ! چشمِ بددور
قابلِ تعریف تو وہ گوی ہے جس میں سے یہ شیر نرینہ نکلے ہیں"۔

(۲۵۷) ایک دن نواب شمس (کھو) سالار جنگ بہادر پر نواب افضل الدولہ
بہادر کا عتاب ہوا۔ چوب دار کو حکم ہوا کہ "بلاؤ اُس رافضی بچے کو
جس کے دو باپ ہیں" اور طمنچہ بھر کے مسند پر رکھ لیا۔ نواب
صاحب پیش گاہِ خداوندی میں باریاب ہوئے جھک کر آداب
بجالائے۔ حضور نے فرمایا "تیرے دو باپ ہیں؟" سالار جنگ نے

ہاتھ جوڑ کر عرض کیا "پیر و مرشد بجا ارشاد فرماتے ہیں۔ میرا ایک باپ تو وہ ہی جس سے میں پیدا ہوا، دوسرے حضورِ والا"۔ یہ جواب سن کر افضل الدولہ بہادر ہنس دیئے اور وہ عتاب نوازش شاہانہ سے متبدّل ہو گیا۔

(۲۵۸) ایک طوائف اپنے کوٹھے پر سرِ بازار بیٹھی تھی اور چند لوگوں کا جمگھٹا بھی تھا۔ قضا را سڑک پر سے کسی کا جنازہ جا رہا تھا۔ طوائف نے اپنی باندی سے کہا "نیک قدم دیکھیو مردہ جنّتی ہے یا دوزخی"۔ وہ دوڑی دوڑی گئی اور ذرا سی دیر میں واپس آکر بولی "بیوی! جنّتی ہے"۔ حاضرین کو تعجّب ہوا کہ جنّتی اور دوزخی کا فیصلہ اس نے یہیں اور متحیّر ہو کر پوچھا کہ تمہیں کیسے یقین ہوا کہ یہ شخص جنّتی تھا؟ طوائف بولی یہ بھی کوئی بڑی بات ہے۔ اجی صاحب مرے بعد جسے چار شخص اچھا کہیں، اسے بھلائی سے یاد کریں وہ جنّتی اور جس کا ذکر برائی سے کریں وہ دوزخی ہے۔

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو ٭ ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں

آں چناں زی کہ وقتِ مردنِ تو ٭ ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

(۲۵۹) ایک صاحب سرائے میں جا کر اترے۔ خدمت گار نے گھوڑا سرائے کے صحن میں باندھ دیا۔ آقا نے نوکر سے کہا کہ یہاں چوروں کا

ملہ کیا تمہیں یاد ہے کہ جب تم پیدا ہوئے تو سب لوگ ہنس رہے تھے اور تم رو رہے تھے۔ انسان اس طرح کی (دنیا میں) زندگی بسر کرے کہ جب وہ مرے تو برعکس مرتے وقت سب روئیں اور تم ہنستے جاؤ۔

بہت کھٹکا ہی ذرا ہوشیار سونا۔ نوکر۔ بہت خوب، آپ بے فکر رہیں
جب رات زیادہ گئی آقا کی آنکھ کھلی۔ نوکر کو پکارا کہ تو کیا کر رہا ہی؟
نوکر۔ جی میں جاگ رہا ہوں مگر اس فکر میں ہوں کہ گھوڑے کے
باندھنے کو جو میخ ٹھونکی یہ مٹی کہاں گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد
آقا نے پکارا۔ نوکر نے جواب دیا، جی میں جاگ رہا ہوں اور اس
فکر میں، غلطاں پیچاں ہوں کہ یہ آسماں بے ستون کیسے کھڑا ہی
تیسری مرتبہ کچھ وقفہ دے کر آقا چونکے اور لڑک کر نوکر کو پکارا
ابے کیا کر رہا ہی؟ نوکر۔ جی کچھ نہیں۔ میں اس فکر میں ہوں کہ گھوڑے
کو تو چور لے گئے۔ خیر گھوڑا گیا تو گیا جان کا صدقہ مال مگر اب
فکر یہ ہی کہ یہ خوگیر جو دھرا ہی صبح کو کس کی پیٹھ پر بندھے گا۔ آپ
کی یا میری؟

(۲۶۰) ایک صاحب نے نیا نوکر رکھا اور کہا کہ بھئی ہم تم مل جل کر
کام کر لیا کریں گے۔ دو کام تم نے کیئے ایک آدھ میں بھی کر لیا
کروں گا۔ ایک دن رات کو آقا کمرے میں آرام کر رہے تھے نوکر
وہیں پائنتی پڑا تھا۔ آقا نے کہا میاں ذرا دیکھنا کیا پانی برس رہا
ہی۔ نوکر ہلا تک نہیں اور پڑے ہی پڑے جواب دے دیا کہ جی
بوندیں پڑ رہی ہیں۔ آقا۔ تو اپنی جگہ سے تو ہلا تک نہیں تجھے کیسے

معلوم ہوا؟ نوکر۔ جی بلّی آئی تھی میں نے ہاتھ پھیر کے دیکھا تو وہ
بھیگی ہوئی تھی، پھر تھوڑی دیر میں آقا بولے کہ اب رات زیادہ
آئی سو جائیں گے ذرا چراغ بُجھا دینا۔ نوکر۔ حضور! رضائی سے
مُنہ ڈھک لیں چراغ کو بجھا ہی سمجھیئے۔ تیسری بار آقا نے کہا کہ
میاں ذرا کمرے کے کواڑ بھیڑ دینا ہوا کا جھونکا آرہا ہی۔
نوکر۔ گستاخی معاف! بندہ دو کام کرچکا۔ اب تیسرا کام خود بدولت کریں
(۲۶۱) ہندوؤں میں برہمنوں کو کھانا کھلانا بڑا ثواب ہی متھرا کے
چوبے بڑے کھاؤ ہوتے ہیں۔ کھلاتے کھلاتے اور بڑھتے بڑھتے
پانچ روپیئے فی لڈّو تک نوبت پوہنچ جاتی ہی اسی طرح ایک چوبے
نے خوب ٹھُسا ٹھُس حلق تک ڈٹ کے کھایا اور پیٹ میں مطلق
جگہ نہ رہی۔ دردِ شکم سے بے قرار ہوکر گرتا پڑتا طبیب کے پاس
گیا اُس نے ایک ہاضم گولی دی کہ یہ کھالو۔ چوبے۔ اجی میرے
پیٹ میں اگر اس گولی کی جگہ ہوتی تو میں اور ایک لڈّو ہی نہ
کھاتا۔ تم پیٹ پر کسی قسم کا لیپ کردو کہ صرف یہی علاج ممکن ہی
(۲۶۲) ایک شخص بیمار تھا شدّتِ کرب میں اُس نے حکیم کا نسخہ دے
کر نوکر کو بہ تاکید عطّار کے ہاں بھیجا کہ جلد دوا لے آ۔ وہ گیا گیا کئی
گھنٹوں میں پھرا۔ آقا اُس پر خفا ہونے لگا کہ تو نے ایسے ضرور

کام کو اتنی دیر لگائی، تو بڑا نا معقول ہے۔ نوکر نے جھلّا کر کہا کہ میں نامعقول ہوں ایک پھیرے میں سارے کام کر آیا کہ بار بار دوڑنا نہ پڑے یہ لیجیئے دوا اور اگر احیاناً اس سے شفا نہ ہو تو ہر طرح کا سامان تو مہیّا رہے۔ کفن، غسّال اور گورکن کو بھی ساتھ لیتا آیا ہوں۔ فرمایئے کہ اور کیا چاہیئے۔

(۲۶۳) نواب برزو جنگ بہادر جس زمانے میں ضلع نظام آباد کے تعلقہ دار تھے۔ ایک چپراسی کو حکم دیا کہ درزی کو جلد بُلا لاؤ۔ تم بڑے سست ہو قدم اُٹھا کے جانا۔ وہ گیا گیا کوئی دو گھنٹے میں آیا۔ تعلقہ دار صاحب نے پوچھا کہ اتنی دیر کیوں لگائی؟ چپراسی۔ سرکار کے حکم کے موافق میں قدم اُٹھا کر گیا تھا اس سبب سے دیر ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ ایک ٹانگ اُٹھا کر گیا تھا۔

(۲۶۴) مولوی سید احمد حسن صاحب تعلقہ دار ضلع میدک کے ہاں ایک خدمت گار ایک دن کیچڑ کے بھرے پاؤں سے فرش پر چلا آیا۔ مولوی صاحب نے کہا فرش پر ننگے پاؤں نہ آیا کرو۔ دوسرے دن کیا دیکھتے ہیں کہ دسترخوان پر جوتی پہنے کھڑا ہے۔ مولوی صاحب نے ڈانٹا کہ یہ کیا بے تمیزی ہے۔ نوکر سرکار ہی نے حکم دیا تھا کہ فرش پر جوتی پہن کر آیا کر اس میں غلام کا کیا قصور ہے

(۲۶۵) افیونی نہانے سے بہت جان چُراتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ میاں تم نہاتے نہیں ہیں کیسے گھنچلے ہو؟۔

افیونی۔ یار ہم کو ایک دفعہ تو دائی نہلا چکی، اب ایک دفعہ چار بھائی (مرنے کے وقت) نہلائیں گے، اِیچ میں نہانے دھونے کا روگ نہیں پالتا میرا مقولہ یہ ہی کہ یا نہلائے دائی یا نہلائیں چار بھائی میں آدمی ہوں پن ڈُبّی نہیں ہوں۔

(۲۶۶) میری تعلقہ داری کے زمانے میں ایک جمعدار تھا۔ ایک دن ہوا تُند چل رہی تھی، کھڑکی کُھلی ہوئی تھی میں نے کہا کہ کھڑکی بند کر دو۔ اُس عقل مند نے بجائے کھڑکی بند کرنے کے جھلملیاں بند کر دیں اور کھڑکی کُھلی رہنے دی۔ دوسری عقل مندی اُن کی یہ ہی کہ میں دورے پر جانے لگا اور کڑاکے کے جاڑے پڑ رہے تھے۔ جمعدار نے مجھ سے پوچھا کہ بجلی کا پنکھا اور خس کی ٹٹیاں ساتھ رکھ لوں؟

(۲۶۷) ایک نوجوان حسین نازک اندام لڑکی کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی۔ ایک شخص راستے سے چلا جا رہا تھا اُس نے دیکھ کر پوچھا ای لڑکی تیرا یہ حُسن و جمال اور تو پانی بھر رہی ہی تیرے ماں باپ کہاں گئے ہیں؟ لڑکی نے جواب دیا کہ میری ماں انجان کو جتا

گئی ہو مسافر اور تیرا باپ؟ لڑکی۔ وہ گالی دینے اور گالی کھانے
گیا ہی۔ مسافر اس جواب سے متحیّر ہوا اور کچھ اُس کی سمجھ میں نہ آیا
کہ لڑکی نے کیا کہا اور اس کا کیا مطلب ہی۔ آخر کو اُس مسافر نے
کہا کہ میں سفر سے بہت خستہ ہوں اور رات کی راحت یہاں
دم لینا چاہتا ہوں۔ لڑکی نے کہا بسم اللہ چلیئے غریب خانہ موجود ہی
ور نان و نمک حاضر۔ یہ جا کر اُس کے گھر میں اُترے۔ تھوڑی
دیر میں پوچھا کہ آج تمہارے ہاں کیا پکّا ہی۔ لڑکی نے جواب دیا
ں جلی ہی، بیٹی بکی ہی۔ یہ سُن کر مسافر اور چکرّایا۔ رات کو ہی
لڑکی کا باپ اور ماں بھی آ گئے۔ دوسرے دن مسافر جب چلنے لگا
تو اُس سے نہ رہا گیا اُس نے لڑکی سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا باتیں
کہیں تھیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ لڑکی نے کہا کہ ایسی موٹی
بات بھی تمہاری سمجھ میں نہ آئی۔ میری ماں کی میرے باپ سے
لڑائی ہوئی وہ گھر سے نکل کر دوسرے گھر چلی گئی اور اس لڑائی
کا حال جن کو معلوم نہ تھا اُن سب سے کہا۔ میرا باپ کھیت کو نکل
گیا اور وہاں جا کر اُس نے کانٹی لگا کر راستہ بند کر دیا لوگوں
کی آمد و رفت رُک گئی رستے والوں نے میرے باپ کو گالیاں
دیں کہ راستہ روک دیا اور میرے باپ نے اُن کو گالیاں دیں

رہا پکنے کا تور کی دال پکی تھی اور اُسی کی لکڑی جلی تھی۔ مسافر جب
چلنے لگا تو اُس نے کہا کہ تو تو بڑی عقل مند معلوم دیتی ہے۔ میں بھی
ایک سرگردانی میں ہوں ہمارے بادشاہ سلامت نے ایک
خواب دیکھا ہے اُس کی تعبیر کوئی نہیں بتا سکتا۔ بادشاہ نے
چھ مہینے کی مہلت دی ہے کہ اس کی صحیح تعبیر بتاؤ ورنہ جن بچہ
کولھو پلوادوں گا۔ میں دیس بدیس پھرا مگر کسی نے صحیح تعبیر نہ دی
اور مدت ختم ہونے آئی۔ اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں کیا
نہ کروں۔ لڑکی نے کہا۔ اچھا تم کہو تو میں بھی تو ذرا وہ خواب سُنوں
مسافر نے کہا کہ وہ خواب یہ ہے کہ دو رکابیاں ہیں اُن کے بیچ میں
ایک خربوزہ اور ایک چھُری رکھی ہے چھُری خربوزے پر گرتی ہے اور ایک
پھانک کٹ کر گر جاتی ہے۔ بتاؤ یہ کیا بات ہے۔ لڑکی نے کہا اوہو! یہ کتنی
بڑی بات ہے جو تم اس قدر پریشان ہو اس کی تعبیر تو صاف ہے دو
دو رکابیاں آسمان اور زمین ہیں جن کے بیچ میں خربوزہ ہے۔ خربوزے
سے مراد مخلوقِ خدا ہے۔ رہی چھُری وہ موت ہے۔ خربوزے پر جب
چھُری گرتی ہے ایک قاش کٹ جاتی ہے یعنی جس کی موت آجاتی
وہ مر کر فنا ہو جاتا ہے۔ مسافر اس لڑکی کی فہم و فراست پر غش
ہو گیا۔ اپنے ملک میں جاکر اپنے بادشاہ کو یہ تعبیر سُنائی۔ بادشاہ

بہت خوش ہوا اور مسافر کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔

(۲۶۸) ایک صاحب کے بڑا ڈاڑھا تھا۔ صاحب زادے کی ڈاڑھی صفاچٹ تھی۔ لوگ معترض ہوتے کہ تمہارے والد تو ڈاڑھی رکھتے تھے تم کیوں نہیں رکھتے؟ صاحب زادے "جس کو میرے باپ نے رکھا اس کو میں کیسے رکھ سکتا ہوں؟"

(۲۶۹) ایک شخص بڑا ممسک تھا۔ ایک بوتل میں گھی بھر رکھا تھا کھچڑی وغیرہ کھاتے وقت اس میں جھاڑو کی ایک تیلی ڈال کر معاً نکال لیتا تھا۔ جتنا گھی اس میں لگ گیا وہ کھا لیا۔ ان کے مرنے کے بعد صاحب زادے بلند اقبال نے باوا کی فضول خرچی اور اسراف کی بڑی مذمت کی اور انھوں نے اس کا سدّباب یوں کیا کہ بوتل کو ہی رکابی میں رکھ لیتے تھے گھی بدستور قائم۔ ان کے بعد پوتے صاحب دادا اور باپ دونوں پر سبقت لے گئے انھوں نے شیشے کو طاق میں رکھ دیا اور کھاتے وقت نوالہ بنا کر شیشے کی طرف دکھلایا اور غڑپ نگل گئے ع "ہر کہ آمد برآں مزید کرد"

(۲۷۰) ڈنلاپ صاحب آں جہانی حیدرآباد دکن کے صدر ناظم مال تھے۔ انھوں نے ایک امیدوارِ تحصیل داری سے پوچھا تم کتنے برس سے امیدوار ہو؟ امیدوار۔ فدوی تیس سال سے امیدواری

کرتا ہے۔ صاحب۔ ول تمہارا عمر کیا ہوگا تو کیا تم پیدا ہوتے ہی
اُمیدوار ہوا ہے؟ اُمیدوار۔ اور ہمارے والد کی پچیس برس کی
اُمیدواری کدھر گئی وہ امیدواری کرتے کرتے مر گئے میں نے اپنی
اُمیدواری میں وہ زمانہ بھی شامل کیا ہے۔ ڈناپ صاحب بہت
ہنسے اور فوراً اُس اُمیدوارِ دیرینہ کو کامیاب کر دیا۔

(۲۷۱) ایک صاحب ڈینگ مار رہے تھے کہ میرے دادا کے
گھوڑوں کا اصطبل اتنا بڑا تھا کہ گھوڑی اس سرے پر گابھن ہوتی
تھی تو چلتے چلتے دوسرے سرے پر پہونچ کر بچّہ دے دیتی تھی
یعنی اُس کا طول ایک سال کی مسافت تھی۔ اُن کے دوست نے
سُن کر دل میں کہا کیسی گپ مار رہا ہے کہ دھری جائے نہ
اُٹھائی جائے۔ اُنھوں نے اُس سے بڑھ کر گپ [illegible] کہ یہ کون
بڑی بات ہے میرے دادا کے ہاں ایک بانس ایسا لمبا تھا کہ جب
بارش نہیں ہوتی تھی تو وہ بادل کو اس بانس سے کھڑکھڑا دیتے
تھے فوراً بارش ہو جاتی تھی۔ پہلے صاحب! ارے میاں
کیوں جھوٹ بولتے ہو، بھلا کہیں اتنا لمبا بانس بھی ہوا ہے؟ اچھا
یہ تو کہو وہ اُس بانس کو رکھتے کہاں تھے؟ جواب۔ آپ نے دیکھا نہ
ہوگا وہ آپ کے دادا صاحب کے اصطبل ہی میں تو رکھا رہتا تھا۔

(۲۷۲) ایک شیخی باز ماڑے تانگے کے کپڑوں پر گزارا کرتے تھے مگر چھیلا بنے پھرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی کا گھوڑا مانگ کر لائے اور بیٹھ کر چاندنی چوک میں سیر کو نکلے۔ نہ یہ گھوڑے سے واقف نہ گھوڑا ان سے مانوس، بیچ بازار میں گھوڑا اڑ گیا، ہر چند ایڑ کرتے ہیں چلتا نہیں۔ کوڑا مارتے ہیں الف ہوتا ہے۔ جب نہایت جز بز ہو گئے تو خجالت مٹانے کو جیب میں سے ایک خط نکال کے پڑھنے لگے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ گھوڑے کے اڑ جانے کی مجبوری سے کھڑے ہیں۔ اتنے میں ایک دوسرے صاحب گھوڑا کداتے ہوئے آئے۔ ان کے گھوڑے کو دیکھ کر ان کا گھوڑا بھی اڑ گیا۔ ہر چند کوشش کی مگر آگے نہ بڑھا۔ ان کی جیب میں کوئی خط نہ تھا جو پڑھنے کا حیلہ ہوتا ناچار یہ اپنے گھوڑے پر سے اونچے ہو کر پہلے صاحب کے خط کو بغور دیکھنے لگے وہ صاحب بگڑے اور کہنے لگے کہ "جناب یہ کیا تہذیب ہے کہ آپ دوسرے کا خط دیکھتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ "قصور معاف! خط تو بے شک غیر کا ہے مگر مضمون دونوں کا ایک ہی ہے۔"

(۲۷۳) ایک قاضی صاحب کا دستور تھا کہ نوکر رکھتے تو یہ شرط کر لیتے کہ تم نوکری چھوڑ دو تو ہم کو اپنے ناک کان دے جاؤ اور اگر ہم تم کو

نکال دیں تو تم ہمارے ناک کان لے جانا۔ غرض جو نوکر رہتا چند
روز بہ مشکل ٹکتا۔ قاضی صاحب ہر طرح سے دِق کرتے تنخواہ کے
نام پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے آخر اُس کا دم ناک میں آجاتا اور اُن
کو سلام کر کے چلا جاتا۔ جانے کا نام لیتے ہی یہ اُس کے ناک کان
دھروا لیتے۔ اسی طرح کئی آدمیوں سے پیش آئے۔ ایک شخص
کا چھوٹا بھائی بھی اپنی حماقت سے قاضی صاحب کو ناک کان نذر
کر آیا۔ جب گھر میں نکٹا اور بوچا ہو کر آیا۔ بڑے بھائی نے پوچھا ارے
تو نوکری کو گیا تھا۔ ناک کان کیا کر آیا۔ اُس نے قاضی صاحب کی
سفاکی کا سارا واقعہ من وعن بیان کیا۔ بڑے بھائی کو بڑا غصہ
آیا دل میں کہا کہ ہمارے قاضی بچے تو جاتا کہاں ہے دیکھ تو ہی
جو تیرے ہی ناک کان نہ لیے ہوں غرض یہ قاضی صاحب کے
پاس پہنچے۔ اُن کو تو چاٹ پڑ گئی تھی اسی شرط پر نوکر رکھا چند
روز لشٹم پشٹم اسی آنا کانی میں گزرے۔ اُدھر قاضی صاحب
روزانہ کُھچڑ نکالتے ادھر یہ ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ جب قاضی
صاحب کا کوئی داؤں نہ چلا تو ایک دن نوکر کے ہاتھ میں تین
روپئے دیے کہ بازار سے ایک روپئے کی ہاہا۔ ایک روپئے
ہوہو۔ ایک روپئے کی ہی ہی لاؤ۔ نوکر بھی چلتا پرزہ، ایک گھڑا

میں لوہے کی ایک کھرپی تپاکر رکھ دی۔ دوسرے کلھڑے میں شہد کی مکھیاں اور تیسرے میں بچھو۔ یہ چیزیں لا قاضی صاحب کے حوالے کیں۔ پہلے قاضی صاحب نے جلتی بھلکتی کھرپی کو ہاتھ لگایا۔ ہاتھ لگاتے ہی جو چرکا لگا بے ساختہ "ہاہا" منہ سے نکلا۔ دوسرا کلھڑ کھولتے ہی ساری مکھیاں لپٹ گئیں اور خوب ڈنک مارے قاضی صاحب "ہوہو" کرنے لگے۔ تیسری کلھیا میں سے نکل بچھو نے ڈنک مارا تو بے ساختہ "ہی ہی" منہ سے نکلا۔ غرض قاضی صاحب کو بہت زک ہوئی تین روپیے بھی مفت گئے۔ مگر "خوئے بدرا بہانہ بسیار" پھر چند دن کے بعد نوکر کو تین روپیے دیئے کہ ایک روپیے کا اب، ایک روپیے کا تب، ایک روپیے کا اب نہ تب لاؤ۔ نوکر نے "اب" کے معاوضے میں ایک روپیے کی مٹھائی لی "تب" کے معاوضے میں ایک روپیہ کسی محتاج کو دے کر ثواب کمایا۔ "اب نہ تب" کے معاوضے میں ناچ رنگ تھیٹر میں چلا گیا ایک روپیہ وہاں ضائع کیا مٹھائی کی ٹوکری قاضی صاحب کے سامنے رکھی اور دو روپیے کا حساب بتا دیا۔ قاضی صاحب سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ بھائی میں ہارا تو جیتا۔ نوکر بہت خوب میری اور میرے بھائی کی تنخواہ

دلوا دیجئے اور براہِ مہربانی اپنی شرط پوری کیجئے وہ شخص قاضی صاحب کے ناک کان لے کر چلتا بنا اور اس طرح اپنے بھائی کا بدلہ خاطر خواہ لے کر دل کو ٹھنڈا کیا۔

(۲۷۴) ایک شہزادہ سیر کو نکلا لب بام کسی پری نژاد کی صورت دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اُداسی کھٹوائی لے کر پڑ گیا بہ مشکل اُس نازنین کا پتہ لگا ہر چند دوا دوش کی مگر وہ سونے کی چڑیا ہاتھ نہ آئی۔ آخر کار کٹنیوں کے ذریعے سے سلسلہ جنبانی کی۔ بہ ہزار دقت اُس نے صرف ایک جھلک دکھانے کا اس شرط پر وعدہ کیا کہ شہزادہ اپنے محل سے یہاں تک سرنگ کھدوائے اور قدم قدم پر دیئے جلا دے۔ جب سرنگ طیار ہو گئی اور روشنی بھی کافی سے زیادہ کر دی گئی تب یہ لڑکی مکلف لباس پہن بنا و سنگار کر کے بال بال موتی پروئے گئی لڑکی باعصمت تھی شہزادے کی نگاہ بدلی ہوئی دیکھ کر واپس ہوئی۔ شہزادے نے جھپٹ کر پکڑنا چاہا اس کشمکش میں اُس کا نولکھا ہار موتیوں کا ٹوٹ گیا شہزادہ موتی چننے لگا لڑکی بھاگ کر اپنے گھر پہنچ گئی دوسرے دن شہزادے نے دربار کیا اور اس لڑکی کے باپ کو بطورِ خاص بُلوایا اور کہا کہ ہماری ایک پہیلی بوجھو اسی میں تمہاری

خیر ہے ورنہ قرار واقعی تدارک کیا جائے گا وہ پہیلی یہ تھی "تمہارے گھر وال پکی ہم نے گھر بیٹھے چکھی۔ ان کی سمجھ میں کچھ بات نہ آئی شہزادے سے تین دن کی مہلت لے گھر کو آیا مگر پریشان۔ بیٹی نے جو بڑی زیرک تھی باپ کو سخت پریشان دیکھ کر پوچھا کہ ابّا جان آپ کو ایسی کیا فکر ہے کہ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟ باپ نے سارا ماجریٰ بیان کیا۔ لڑکی تاڑ گئی۔ اس نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے اس کا جواب آپ یوں دیجئے۔ "اپنے محل سے میرے محل تک سُرنگ کھدوائی، قدم قدم پر دیوے جلائے۔ مُتیّن چُن چُن رتن گنوائی۔ دال کہاں سے چکھن پائی۔ یہی جواب انھوں نے جا کر دیا۔ ع

"رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت"

(۴۷۵) قصبہ کرسی کے رہنے والے ایک صاحب کھیت کی باڑھ کی آڑ میں بیٹھے ہوئے رفعِ حاجت کر رہے تھے۔ دو سوار رستے سے چلے جاتے تھے ایک نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا کہ "کرسی جہاں کے لوگ بے وقوف مشہور ہیں سامنے جو گاؤں نظر آتا ہے وہ کرسی ہی ہے" انھوں نے جو سُنا جھپٹ کر کھڑے ہو گئے اور پائجامہ ویسا ہی نیچے پڑا رہا اور کہنے لگے "وہ شاید اگلے زمانے کے لوگ ہوں گے۔ اب ایسا بے وقوف کوئی نہیں ہے" سوار

نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ ہی کو دیکھ لیجیے کرسی کی شہرت کی زندہ مثال ہیں۔"

(۲۷۶) ایک صاحب مدت سے اُمیدواری کر رہے تھے۔ سررشتہ دار صاحب نے اسامی خالی ہونے پر اپنے داماد کو وہ جگہ بلا استحقاق دلا دی۔ حق دار اُمیدوار مایوس ہوکر یہ شعر سررشتہ دار صاحب کے کمرے پر چسپاں کرکے اور صبر کرکے بیٹھ رہا ۔

جگہ پائے کیوں کر نہ حضرت کا خویش ※ کہ مزدورِ[1] خوش دل کند کار بیش (داماد)

(۲۷۷) بنیوں کا پیٹ عموماً بڑا ہوتا ہے ایک دن دوپہر کے وقت لالہ صاحب اپنی دکان میں سو رہے تھے کہ ایک چوہا ان کے پیٹ پر سے گزر گیا، لالہ صاحب کی آنکھ کھل گئی اور گھبرا کر رونے پیٹنے کا بازار گرم کر دیا پاس پڑوس کے دکان دار جمع ہو گئے اور حال دریافت کرنے لگے لالہ صاحب نے تمام حال بیان کیا لوگوں نے کہا کہ چوہے نے کاٹا تو نہیں لالہ صاحب نے جواب دیا کہ کاٹا تو نہیں صرف پیٹ پر پنجے رکھ کر گزر گیا اس پر لوگوں نے کہا کہ جب کاٹا نہیں تو گھبرانے کی کیا بات ہے لالہ صاحب نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ مجھ کو تو ڈر یہ ہے کہ اب اس نے

---

[1] خوش دل مزدور کام زیادہ کرتا ہے۔ ۱۲

راستہ اختیار کرلیا ہے، اور روز میرے پیٹ پر سے گزرا کرے گا۔"

(۲۷۶) ایک شخص کو باؤلے کتّے نے کاٹا کسی نے علاج کے طور اُس سے کہا کہ زخم کے لہو میں روٹی تر کرکے اُسی کتّے کو کھلا دو ۔ مجروح نے کہا بس حضرت آپ اپنا علاج رہنے دیجئے، کہیں آپ کی یہ مرضی تو نہیں ہے کہ شہر کے تمام کتّے اس خبر کو سُنیں میں کاٹنے والے کتّے کو روٹی دیتا ہوں تو سب کے سب باؤلے بن بن کر مجھ کو کاٹیں۔

(۲۷۷) کسی کا دانت توڑ ڈالنا قانوناً ضررِ شدید کی تعریف میں داخل ہے کیوں کہ اُس سے چہرے کی بدنمائی ہمیشہ ہمیشہ کو ہوجاتی ہے۔ ایک صاحب نے کسی کے مُنہ پر مکّا مارا اُس کے سارے دانت پہلے ہی ٹوٹ چکے تھے صرف ایک دانت سامنے باقی تھا۔ جب مقدمہ چلا تو اُنہوں نے کہا کہ میرے اس فعل سے چہرے کی بدنمائی نہیں ہوتی بلکہ خوش نمائی ہوگئی کہ سارے منہ میں صرف ایک دانت نہایت بدنما تھا۔ مجھ پر قانونی تعریف ضررِ شدید کی کسی طرح عائد نہیں ہوسکتی۔"

(۲۸۰) ایک شہزادہ بڑا کودن تھا بادشاہ اُس کی طرف سے بہت متفکّر رہتا تھا۔ امرار و مصاحبین نے مشورہ دیا کہ صاحب عالم

کو نجوم پڑھایا جائے تو از بس مفید ہوگا کہ اُس میں سوچ کا بہت کام پڑتا ہے اور صرف اٹکل کا کھیل ہے عجب نہیں کہ عقل کو ترقی ہو چنانچہ کئی سال نجوم کی تعلیم دی گئی۔ جب اس فن کی تکمیل ہوئی اور منجّموں نے اپنے نزدیک خوب ہوشیار کر لیا۔ تو پیش گاہِ خداوندی میں معروضہ پیش کیا۔ شہزادے صاحب کی یاد ہوئی۔ بطورِ امتحان بادشاہ نے ایک انگھوٹھی اپنی مٹّھی میں چھپالی اور پوچھا کہ اپنے علم کے زور سے بتاؤ ہماری مٹّھی میں کیا ہے؟ صاحب زادے نے زائچہ کھینچ کھانچ کہا کہ کوئی گول گول چیز ہے جو بیچ میں سے خالی ہے اور اُس میں پتّھر کا (نگ) بھی ہے۔ بادشاہ نے کہا یہ سب کچھ صحیح مگر بتلاؤ تو کہ ہے کیا؟ شہزادے نے بہت غور و تامل کے بعد کہا ہے کیا؟ چکّی کا پاٹ ہے۔ تعلیم بے عقل کے سود مند نہیں ہو سکتی[1] یک مَن علم را دہ مَن عقل باید

(۲۸۱) اکبر بادشاہ کے گوش گزار ہوا کہ قصبہ گُرسی از مضافاتِ لکھنؤ کے لوگ بہت بے وقوف ہیں اور بہاں کئی واقعات وہاں کے بیان کیے۔ بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ تم خود جاکر دیکھو یہ کیا امرِ واقعی ہے یا لوگوں نے یونہیں بد نام کر رکھا ہے؟ چنانچہ وزیر روانہ ہوا۔ اُس کی آمد آمد کی خبر سُن کر وہاں ایک مجلسِ شوریٰ مقرر کی گئی بڑے بڑے عمائدین جمع ہوئے۔ تقریریں ہوئیں۔ وزیر کیوں آرہا ہے؟

[1] یک من علم کے لیے دس من عقل درکار ہے ۱۲۰

...ب کو معلوم تھا۔ لوگوں نے کہا کہ حاسدین نے مفت میں ہماری
...تی کو بدنام کیا ہے ورنہ آج تک ایسی کون سی بات ہوئی جو سمع
...بارک شاہی تک شکایت پہونچی۔ بہر حال اب اُن چغل خوروں
...جھوٹا کرنا چاہیئے اور بہت احتیاط کرنی چاہیئے کہ کوئی ذراسی
...ت بھی ایسی ویسی نہ ہونے پائے۔ غرض یہ کہ وزیر کے قیام
...ر دعوت کا بڑا اہتمام کیا گیا۔ وزیر کئی دن مقیم رہے کوئی بات
...وں نے گرفت کی نہ پائی اور دل ہی دل میں قایل ہوئے
...واقعی لوگوں نے ناحق متہم کیا ہے۔ جب قیام برخاست ہوا اور
...ر پالکی میں سوار ہو کر چلے تو وزیر کے چلے جانے کے بعد
...پ میں پھر مجلس منعقد ہوئی۔ کہو بھائی آپ صاحبوں کے
...یال میں کوئی غیر معمولی یا قابلِ اعتراض بات تو نہیں ہوئی؟
...ب نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ہمارے خیال میں تو کوئی امر
...رف نہیں ہوا اور بہ ظاہر وزیر صاحب ہماری طرف سے
...چھا خیال لے کر گئے ہیں"۔ مگر ایک صاحب جو بڑے ذکی الطبع
...تھے بولے کہ ایک ذراسی بات میرے خیال میں ایسی ہوئی ہے جو
...بلِ اعتراض ہے۔ پرسوں شب کو جو بریانی پکی تھی اُس میں نمک
...کمی تھی۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہاں بھئی بات تو واقعی ہے۔ پھر

سب نے صلاح کرکے یہ بات ٹھیرائی کہ اچھا ہوا ابھی خیال آگیا
اس کی فوری تلافی ضرور ہے۔ بس پھر کیا تھا سب ایک ایک مٹھی
نمک لے کر دوڑے اور بہت عذر و معذرت اور لجاجت سے
خواہانِ عفوِ تقصیر ہوئے۔ وزیر متحیر ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ غرض
سب نے مٹھی مٹھی بھر نمک وزیر کی خدمت میں پیش کیا یہاں
تک کہ پالکی میں نمک کا ڈھیر لگ گیا۔ وزیر جب دہلی پونہچا تو قبل
اس کے کہ وہ اہالیِ کرسی کے حالات بیان کرے۔ ایک مٹھی نمک
نذر پیش کیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور پوچھا کہ یہ نمک کیسا ہے تب
وزیر نے سارا ماجرا بیان کیا اور ثابت ہو گیا کہ کرسی والوں کی
نسبت جو کچھ مشہور تھا بالکل صحیح تھا ذرا بھی غلط نہ تھا۔

(۲۸۲) ایک صاحب سے کسی نے خط لکھنے کی فرمائش کی انہوں
نے جواب دیا کہ میرے پیر میں درد ہے خط لکھوانے والے نے
کہا خط کو پیر سے کیا تعلق ہے؟

کاتب۔ بھئی بات یہ ہے کہ میں خط لکھوں تو پڑھے گا کون، لامحا
خط کے ساتھ مجھے جانا پڑے گا۔ اور تم دیکھتے ہو کہ میں چل نہیں سک

(۲۸۳) ایک صاحب اپنے کسی دوست سے ملنے گئے۔ دروازہ
پر جاکر دستک دی۔ اندر سے ماما آئی، کون صاحب ہیں آپ کا نام کیا

...یں نے کہا کہ تم جاؤ اور اپنے میاں سے کہو کہ باہر تو آؤ معلوم ہو جائے گا
...یں کون ہوں؟۔ ماما نے جا کر یہی کہہ دیا مگر پھر واپس آئی کہ
...حب کہتے ہیں کہ نام بتلایئے۔ آخر کو اُنہوں نے کہا جا کے بولو
...مپاہی اللہ میاں کے بھائی۔ یہ ماما کانی تھی۔ میاں نے
...بھیجا کہ اگر تم اللہ میاں کے بھائی ہو تو اس کی آنکھ درست
...دو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ "میں اللہ میاں کا چھوٹا بھائی ہوں
...میرے بڑے بھائی ہیں۔ ناف سے اوپر کا حصّہ اُن کا ہے۔ یہ
...میرا نہیں اُن کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں حصّہ زیریں جسم میرا ہے
...ایں کچھ بگڑا ہو تو البتہ میں درست کر سکتا ہوں"

(۲۸) ایک قاضی صاحب تھے۔ اُن کا نام **قاضی منصور بن**
...یسیٰ تھا بعد وفات قاضی صاحب کے جب اُن کے خلفِ اکبر
...سند نشینِ قضارت ہوئے تو یہ اظہارِ انکسار و فروتنی اُنہوں نے
...نام **کبوتری رطل البوق بنت الپشم والپانزوہ** رکھا
...پوچھا کہ حضرت یہ کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا بھئی حضرت والد
...مرحوم و مغفور کی اور بات تھی، میری اُن کی کیا نسبت **ع**

"چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"

...ے بیچارہ کس شمار قطار میں ہوں اس واسطے میں نے خاکساری

سے اپنا یہ نام رکھا ہے۔ پھر اس کی صراحت کی قاض بڑا جانور ہے اور کبوتر خورد۔ مَن چالیس سیر کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا۔ صو بہت بڑا ہوتا ہے بوق چھوٹا۔ بِن (بیٹے) کے مقابلے میں بنت (بیٹی) مُو کا ادنیٰ درجہ "پشم" جس کا نصف پانزدہ۔ غرض یہ کہ یہ ہیچ میرز کس قابل ہے۔

(۲۸۵) ایک صاحب کی بیوی بڑے جلے مزاج کی تھی۔ شوہر کی اُس کے سامنے کچھ وقعت نہ تھی۔ ایک دن وہ باہر سے جلے بُھنے آئے۔ کھانے کا وقت زیر ہو گیا تھا اور ابھی کھانا طیار نہ تھا بیوی نے دال کی ہنڈیا ابھی چولھے پر چڑھائی تھی۔ یہ بگڑے کہ اتنی دیر ہوگئی اور ابھی تک تم نے ادھن ہی چڑھایا ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ بیوی پنجے جھاڑ کے پیچھے پڑگئی اور غصّے میں آکر ہنڈیا ان کے سر پر کھینچ ماری۔ ہنڈیا پھوٹ گئی اور گھیرا گلے میں رہ گیا نماز ظہر کا وقت جا رہا تھا یہ ویسے ہی مسجد میں چلے گئے وہاں مصلّی جمع تھے اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے کہا۔ ع

"در گلویم سُنتِ پیغمبری است"[1]

(۲۸۶) اَلْخَیْرُ فِیْ مَا وَقَعَ ایک بادشاہ کے ہاں ایک وزیر تھا۔ جس کا مزاج کچھ عجیب طرز کا واقع ہوا تھا۔ یہ شخص ہمیشہ تصویر کا

[1] میرے گلے میں پیغمبر صاحب کی سُنّت ہے۔

روشن رخ ہی دیکھا کرتا تھا۔ جب خوش نصیبی سے کوئی امر خاطر خواہ انجام پاتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا اَلْخَیْرُ فِیْ مَا وَقَعَ (جو ہوا اچھا ہی ہوا) اگر کوئی بات سوءِ اتفاق سے خلافِ توقع ہوئی تو بھی وہ کبیدہ خاطر نہ ہوتا تھا اُس کا چہرہ جب بھی دیکھو ہشاش بشاش ہی رہتا تھا اور اپنی عادت کے موافق جب بھی یہی کہتا کہ "جو ہوا اچھا ہی ہوا" ہر شخص میں یہ بات کہاں۔ بادشاہ بھی خوش مزاج تھا مگر بعض اوقات وہ چڑچڑا بھی ہو جاتا تھا جب بادشاہ کا مزاج خوش و خرّم ہوتا تو وزیر کی صحبت سے خوش ہوتا لیکن جب مزاج برہم ہوتا تو وزیر کی خندہ روئی اُسے ناگوار ہوتی۔ قضائے کردگار ایک دن بادشاہ کی ایک اُنگلی جڑ سے کٹ گئی بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور ہاتھ سے خون کی تُلّی بہتی ہوئی دکھا کر کہا "دیکھو تو یہ کیا غضب ہوا" وزیر مسکرایا اور عرض کی کہ "حضور، جو ہوا سو اچھا ہی ہوا" بادشاہ نے غصّے کے لہجے میں کہا کہ یہ اچھا ہوا۔ تیری اس بے محل گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ میری تو اُنگلی کٹ گئی اور تو کہتا ہے کہ اچھا ہوا۔ چل میرے سامنے سے دور ہو اپنا منہ کالا کر اور خبردار جو پھر میرے سامنے آیا ہوگا۔ اگرچہ وزیر کو عتابِ شاہی کا صدمہ ہوا ہوگا مگر اُس کے

چہرے سے رنج و ملال کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ وہ جب معتوب ہوکر چلنے لگا تب بھی یہی کہتا ہوا گیا کہ "جو ہوا اچھا ہی ہوا" چند دنوں بعد بادشاہ سلامت شکار کو تشریف لے گئے وزیر معتوب تھا اس واسطے ساتھ نہ تھا سارے دن پھرتے پھرتے بادشاہ تھک کے چور ہو گیا مگر کچھ شکار نہ ملا کہ شام ہو گئی۔ بادشاہ وہیں جنگل میں ایک درخت کے نیچے غافل پڑ گیا۔ بادشاہ کے سو جانے کے بعد شیر ڈنکارتا ہوا آیا شیر کی ڈنکار سے بادشاہ کی آنکھ کھل گئی اور شیر کو دیکھ کر سہم گیا مگر ویسا ہی بے حس و حرکت پڑا رہا کیونکہ ایسے موقع پر بھاگنا بے سود تھا۔ شیر کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے جانور کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا اور چوں کہ طبیعت نفاست پسند ہے۔ اگر کسی کا ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہو یا ہرن کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو سونگھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ بادشاہ کے نزدیک آکر اس نے سونگھا اور اس کی انگلی کٹی ہوئی دیکھتے ہی چھوڑ کر چلا گیا اور اس کٹی ہوئی انگلی کی بدولت بادشاہ کی جان بچی۔ بادشاہ اٹھا اور اپنے محل کو واپس آگیا اور راستے میں بار بار وزیر کے قول کی ادھیڑ بن میں تھا کہ جب میری انگلی کٹی تھی تو وزیر نے سچ کہا تھا کہ جو ہوا بہتر ہی ہوا۔ واقعی اس کا کہنا حرف بحرف سچ تھا۔ محل میں داخل ہوتے ہی

وزیر کی یاد ہوئی۔ وزیر بھاری بیڑیاں پہنے ہوئے مگر وہی خوش و خرّم سامنے لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میری اُنگلی کٹنے پر تم نے کہا تھا کہ "جو ہوا اچھّا ہی ہوا" یہ قول تمہارا واقعی سچّا نکلا۔ میں آج شکار کو گیا تھا اور چوں کہ تھک گیا تھا پڑ کے سو گیا۔ جنگل میں سے ایک شیر نکل کر میرے پاس آیا اور اگر میں صحیح و سلامت ہوتا اور میرا ہاتھ ٹُنجا نہ ہوتا تو وہ ضرور مجھے پھاڑ کھاتا اُس نے میری اُنگلی کٹی ہوئی دیکھ کر ہی چھوڑ دیا۔ وزیر مسکرایا اور کہا "جو ہوا تھا اچھّا ہی ہوا تھا" بادشاہ۔ ہاں بے شک تمہاری بات سچّی تھی لیکن یہ تو کہو کہ جب میں نے تم کو اپنی حضوری سے خفا ہو کر نکال دیا تب تم نے کس وجہ سے کہا کہ "جو ہوا سو اچھّا ہوا" وزیر نے عرض کیا "جو ہوا سو اچھّا ہوا" اگر آپ مجھے نہ نکالتے تو آج میں شکار میں ہم رکاب جاتا تو شیر مجھے تو ضرور لقمہ کر لیتا۔ کیا یہ بہتری کے لیئے نہ تھا؟ بادشاہ نے کہا تم سچ کہتے ہو اور تمہارا قول بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر وزیر کا قصور معاف فرما دیا اور پھر عطوفتِ شاہانہ اور مراحمِ خسروانہ سے وزیر سرفراز ہوا۔

(۲۸۷) ایک صاحب مسجد میں بیٹھے بہت دن سے چلّا کھینچ رہے تھے کہ کسی طرح خدا سے ملنا ہو جائے۔ ایک ظریف نے اُن سے

کہا کہ ناحق آپ اتنی زحمت شاقّہ اُٹھاتے ہیں میں آسان ترکیب بتلاؤں۔ تو چندی جمعرات کو بعدِ مغرب غسل کرکے کچھ عطر لگاکر بستی کے باہر جو نیم کا پُرانا درخت ہے وہاں ایسا جائیے کہ کسی کو خبر نہ ہو اور درخت کے نیچے بہ خشوع وخضوع دعا کیجئے کہ اے اللہ مجھے اپنی محبّت میں کھینچ۔ آپ کی دعا قبول ہوگی اور اللہ کا قُرب آپ کو حاصل ہوگا۔ اُدھر اُن سے یہ کہا اور ادھر روزِ مقررہ پر خود جاکر درخت کے ٹہنے پر پہلے سے بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ حضرت آئے اور درخت کے نیچے کھڑے ہوکر بہ زاری والحاح دعا کرنے لگے اُس شخص نے ایک تانت کا پھندا لٹکایا اور کہا کہ اے میرے پیارے بندے! اِس میں درآ۔ اُنہوں نے پہلے اُنگلی ڈالی مگر کچھ نہ ہوا، پھر ہاتھ ڈالا کچھ نہ ہوا پھر حکم ہوا کہ سرِ تسلیم خم کر اُنہوں نے حلقے میں گردن ڈال دی۔ گردن ڈالنی تھی کہ جوان نے ایک جھٹکا مارا یہ اُدھر لٹکنے لگے اور بے اختیار کہنے لگے کہ اے اللہ اب تو چھوڑ دے اگلی جمعرات کو کھینچیو۔ جوان نے دیکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہنسی میں پھنسی ہوجائے جھٹ تانت کو کاٹ دیا۔ یہ سرپٹ اپنے گھر کو بھاگے۔ جان بچی لاکھوں پائے صبح کو جب ملاقات ہوئی تو ظریف نے چند راکر پوچھا کیوں حضرت

کل آپ تشریف لے گئے تھے کیا خدا سے ملے؟ حضرت نے بڑے غصّے سے جواب دیا کہ ایسے خدا سے خدا نہ ملائے انگلی ڈالو قبول نہیں، ہاتھ ڈالو قبول نہیں، وہ تو جب مانگتا ہی بس گردن ہی مانگتا ہی۔ ایسے خدا سے کون ملے۔ تم ملو۔

(۲۸۸) جب ضلع بیدر میں تبدیل ہو کر نیا نیا گیا ہوا تھا پہلے پہل کے دورے میں مجھے مالیگاؤں کی جاترا کے انتظام کو جانا پڑا گرمیوں کے تھے دن۔ خانہ پور کے مسافر بنگلے میں دن کو ٹھیر گئے۔ شب کا کھانا کھاکر دس گیارہ بجے رات کو آگے بڑھے۔ گلاب خاں نامی ایک سوار میرے ساتھ تھے۔ اُن کو قصّے کہانیاں بہت سی یاد تھیں اور افیون کا زبردست انٹا چڑھاتے تھے۔ چلتے چلتے سڑک کے ایک طرف کچھ روشنی نظر آئی کُتّوں کے بھونکنے کی آواز بھی سنائی دی۔ خاں صاحب نے کچھ نام لیا کہ فلاں گاؤں ہی۔ ذرا دم لے کے حُقّہ پی لیجیے پھر آگے چلیں گے۔ میں نے کہا اچّھا۔ سڑک چھوڑ کے ہم داہنے ہاتھ کو کوئی دو تین فرلانگ گئے ہوں گے کہ گاؤں آگیا۔ جاوڑی کے سامنے ایک بڑا پُرانا درخت نیم کا سایہ دار ایک بلند چبوترے پر تھا خاں صاحب نے اپنا گھوڑا وہیں اٹکا دیا۔ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر بیٹھ گیا

اُنھوں نے گاؤں میں سے آگ منگائی کو پیلے اُن کے پاس تھے۔
غرض دم کے دم میں حقّہ بھر بھرا میرے سامنے رکھ دیا۔ ایک دو کش میں نے کھینچے اُنھوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر چلے وہ کہانی کہتے جاتے تھے میں ہُنکارا بھرتا جاتا تھا۔ جب پَو پھٹی اور صبح کا اُجالا نمودار ہوا تو دیکھتا کیا ہوں کہ جہاں سے چلے تھے وہیں پھر موجود۔ ہوا یہ کہ سامنے وار کو جانا تھا۔ گھوڑے نے پچھاڑی کا رخ کیا اور جدھر گھوڑے نے مُنہ کیا چلتا ہوا۔ خاں صاحب پینک میں تھے اور میں راستے سے نابلد اُن کے پیچھے۔ میں بہت خفا ہوا۔ وہ خاموش رہے۔ جب میں بک جھک کر ٹھنڈا ہوا تو اُنھوں نے کہا سرکار آپ کی خفگی میرے سر آنکھوں پر۔ مجھ سے نہیں گھوڑے سے غلطی ہوئی خیر وہ میری ہی غلطی سہی مگر میں قابلِ معافی ہوں کہ دس رُپلّی کا بارگیر ہوں۔ جیسی تھوڑی سی میری تنخواہ ہے ویسی ہی ننھی تُلی میری عقل بھی ہے مگر خطا معاف سرکار تو خدا کے فضل سے بڑے عہدے پر ہیں اور ماہ بماہ پان سو روپئے جھڑا لیتے ہیں۔ آپ کی عقل کدھر گئی تھی؟" غرض یہ کہ بات مذاق میں اُڑ گئی اور پھر رجعتِ قہقہری کرکے دھوپ میں جلتے بُھنتے عین دوپہر کو اپنے کیمپ میں جا پہنچے۔

(۲۸۹) ایک پولیس انسپکٹر کا نام سید شاہ منیر الدین حسین قادری تھا آدمی بڑے خوش مزاج اور حاضر جواب تھے مسٹر ہینکین انسپکٹر جنرل نے جوار دو خوب روانی سے بولتے تھے ایک دن اُن سے کہا کہ "تم جب ہم کو روزنامچہ بھیجتا ہی تو از کیمپ لکھتا ہو۔ ایسے چھوٹے عہدے دار کا کیمپ نہیں کہلاتا از مقام لکھا کرو" اُنہوں نے جواب دیا کہ "ایسا تو کوئی قاعدہ میری نظر سے نہیں گزرا کہ بڑے عہدے داروں کا مقام تو کیمپ کہلائے اور ہم اس خالی لفظ سے بھی محروم رہیں"۔ ایک دوسرے موقع پر صاحب نے کہا ویل تمہارا نام اتنا بڑا کیوں ہی؟ انسپکٹر صاحب نے جواب دیا۔ یہ سوال آپ میرے والد سے کیجیئے یہ نام اُن کا رکھا ہوا ہی میرا رکھا ہوا نہیں ہی

(۲۹۰) ایک تحصیل دار صاحب شریک امتحان تھے فوجداری کے پرچے میں یہ سوال تھا کہ "سرقہ۔ سرقہ بالجبر۔ زنا اور اقدام خودکشی کی تعریف کرو" تحصیل دار صاحب نے جواب دیا کہ اس سوال سے ممتحن صاحب کو امیدواروں کو دھوکا دینا مقصود ہی یہ افعال قبیحہ اور حرکات مذموم ہیں نہ کہ قابل تعریف۔ شاشتر کے پرچے کا جواب یہ لکھا کہ ہم مسلمان ہیں یہ سوال کسی ہندو سے کرنا چاہیئے اور شرع کے پرچے میں یہ جواب لکھا کہ ایسا بھی کوئی مسلمان

ہوگا جو اپنے مسائلِ شرعیہ کو نہ جانے۔ حساب کے پرچے میں
"جُھڑتی خزانہ" کی تعریف پوچھی گئی جو درحقیقت ہر ختمِ ماہ پر خزانے
کا شمار کرکے رقمِ سالک کے بتلانے کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ جواب
لکھا کہ ختمِ ماہ پر حجرۂ خزانے کو جھڑوا کر کوڑے کچرے سے صاف
کرنے کو کہتے ہیں۔

(۲۹۱) ایک تحصیل دار صاحب نے رپورٹ کی کہ مستقر پر قتل واقع
ہوگیا ہی فلاں شخص جان سے ہلاک ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بلحاظ
واقعات وہ جرم "خودکشی" کا ثابت ہوا۔ تحصیل دار صاحب سے
جو ہندو تھے۔ باز پرس ہوئی کہ آپ نے خودکشی کی واردات کو
قتل کیسے لکھا۔ تحصیل دار صاحب نے جواب دیا کہ یہ تو مجھے معلوم
نہیں۔ مگر جان گئی یا نہیں اور جان جانے ہی کا نام قتل ہی یا کچھ او

(۲۹۲) ایک شیخی خورے میاں جو وجاہتِ ذاتی سے تو اپنا رعب
بیوی پر قایم نہیں رکھ سکتے تھے صرف ڈانٹ ڈپٹ میں کام
نکالنا چاہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک چوہا مارا۔ بڑے
فخر سے بیوی سے کہنے لگے کہ "بیوی! بیوی! دیکھو ہم نے
کیا مارا؟" بیوی۔ اوئی مارا کیا موا چوہا! یہ کون سا تیس مار خاں
کام کیا ہی۔ اس میں بھی کوئی بہادری ہی۔ میاں یہ سن جل بھن گئ

ہوگئے اور مُنہ پھُلا لیا۔ میاں بیوی کی خوب لڑائی ہوئی اور بات چیت قطعاً بند۔ چوہا ویسا ہی کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا۔ دوسرے دن یہ خبر اُن کے میکے میں پونہچی ساس گھبرا ڈولی چڑھ آن پونہچیں سارا حال سُنا۔ اتنے میں داماد صاحب تشریف لائے ساس نے بلائیں لیں اور کہا کس اللہ کے شیر نے اس شیر کو مارا جس کے اتنے بڑے بڑے کان۔ اتنی لمبی دُم" غرض داماد کی جرأت اور بہادری کی بڑی تعریف کی۔ داماد خوش ہوگئے اور اکڑ کے کہنے لگے ؎

داؤ د ابنِ محمود ہی داماد تمہارا ٭ مارا تو خدا نے ہی مگر ہاتھ ہمارا

ساس سے جب داد مل گئی تب کہیں میاں بیوی میں خدا خدا کر کے ملاپ ہوا۔

(۲۹۳) گربہ کُشتن روزِ اول۔ ایک صاحب کی شادی ہوئی کسی سے اُنہوں نے سُن لیا تھا کہ بیوی پر پہلے ہی رعب بٹھانے سے کام چلتا ہے۔ یہ حجلۂ عروسی میں تشریف لے گئے۔ اتفاق سے ایک بلّی آگئی۔ اُنہوں نے جھٹ تلوار سونت گربۂ مسکین کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ دلہن بے چاری سہم گئی اور جان گئی کہ یہ شخص مغلوب الغضب ہے۔

(۲۹۴) ایک شخص پلنگ کا صرف ایک سیر وانے کر چلے بیچنے اور آواز یوں لگائی :- "چار نہیں ہیں زمین کے تھم اور نہیں ہیں دائیں بائیں، بیچ کا نہیں ہی تانا بانا پلگانہ لو پلگانہ "

(۲۹۵) ایک محفل میں گنواروں کا مجمع تھا۔ رات کو جب کھانے کا وقت آیا تو صاحبِ خانہ نے پکارنا شروع کیا "دستر خوان لاؤ دستر خوان" گنواروں نے دستر خوان کا نام کاہے کو سنا تھ یہ نام سن کر بہت چونکّنے ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ کس کا انتظار ہی۔ دیکھیں کون آتا ہی۔ تھوڑی دیر میں دستر خوان آیا اور بچھایا گیا۔ تب یہ آپس میں کھس پھس کرنے لگے "تنگ سولۃ واکو نام دستر کھان۔ ہم سمجھے کہ کوئی کھان صاحب ہوں گے"

(۲۹۶) ایک مجلس میں ایک طوائف ناچ گا رہی تھی۔ گانے کے بعد پان تقسیم ہوئے۔ مہمانوں کو عطر لگایا گیا۔ ایک گنوار بھی وہاں موجود تھا طوائف کا منہ لال اور اُسے پیک تھوکتے دیکھ کر متحیّر ہوا اور گاؤں میں آکر شہر کی محفل کا حال یوں کہنے لگا۔ "ناچی جو راجا کی بو پھٹے جو رانڈ کا کالجو (کلیجہ)، مھاری (میری) سسری کھون (خون) تھوکن لاگی" عطر کی نسبت یوں کہا "آئی جو بڑ گندلی جو بگرہ پھونس، ہیں اور مھارو چھورو سڑ سڑ گ تین سیر گوبرے مرڑ مرڑ (مل مل) نہایو کے بلا (خوشبو) (بدبو) (دکس) کی سڑاند تھی گئی نا"

(۲۹۷) ایک صاحب کو گھوڑی خریدنے کی ضرورت تھی مگر پیسہ پاس نہ تھا۔ جھٹ اُنھوں نے لگام خرید لی۔ لوگوں نے اعتراض کیا گھوڑی ندارد لگام سے کیا کام چلے گا؟ آپ نے جواب دیا "زین، لگام، گھوڑی، بات رہی تھوڑی۔"

(۲۹۸) دو سیاح اہلِ ولایت ہندوستان کی سیر کو چلے۔ لوگوں نے کہا وہاں مچھر بہت ہوتے ہیں ذرا ہوشیار رہنا۔ (سرد ملک میں مچھر نہیں ہوتے) ہندوستان جب پہنچے تو ایک رات کو سوتے سوتے ایک مسافر کی آنکھ کھلی۔ اُس نے جھپٹ کر اپنے ساتھی کو جگایا کہ بھئی ہوشیار ہو جاؤ دیکھو وہ سامنے سے دو مچھر لالٹین لیئے ہوئے چلے آتے ہیں (جو دراصل جگنو تھے)

(۲۹۹) ایک صاحب بہت بڑے عدالتی عہدے پر مامور تھے۔ ایم۔اے کے علاوہ ولایت کے تعلیم یافتہ اور بیرسٹر بھی تھے۔ یوں بھی اُن کا تبحّر علوم مشرقیہ میں مشہور تھا۔ اُنھوں نے کسی تقریر کے حکم میں ترقی ط سے لکھ دی۔ پہلے خیال ہوا کہ غیر ارادی طور پر قلم سے جلدی میں نکل گیا ہو گا جس اہل کار کے پاس وہ حکم صاف کرنے کو پہنچا وہ بے چارہ کم مواجب کا معمولی محرر تھا اُس کی کیا مجال تھی کہ کچھ ہیچ میچ کرتا مگر جرأت کر کے اُس نے سررشتہ دار صاحب کو

کو دکھلایا۔ وہ بھی سر جھکا کر خاموش ہو گئے۔ مگر جب پیشی میں گئے
تو ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ سرکار ترقی ت سے ہی با ط سے اور
افسر صاحب کی تحریر بتلائی۔ دل میں تو وہ ضرور قائل ہوئے ہونگے
مگر اپنی بات کی پیچ میں آکر کہنے لگے۔ ت اور ط دونوں ہم مخرج ہیں
دونوں طرح لکھا جا سکتا ہی۔ تم کو معلوم ہی کہ ہم کو سزائے موت دینے
کا اختیار ہی اور ہر قسم کی سزا کو ہم تبدیل کر سکتے ہیں تو کیا اتنی
سی بات کہ ط کی جگہ ت لکھنے کا کیا ہم کو اختیار نہیں۔ علاوہ اس کے
ہم اہلِ زبان ہیں ہم جو لکھ دیں وہی صحیح ہی۔[1]

(۲۰۰) ریزیڈنسی کے میر منشی نے چھوٹے صاحب کے نام ایک حکم لکھا
اُس میں سہو سے صاحب چھوٹی تھ سے قلم سے نکل گیا۔ چھوٹے صاحب
کا منشی بڑے صاحب کے میر منشی کی کاٹ میں تھا جھٹ اُس نے
اپنے صاحب سے کہا کہ دیکھئے کیسی بڑی غلطی کی اور حسنِ اتفاق سے
یہ صاحب بھی بقدر ضرورت فارسی جانتے تھے۔ صاحب نے کہا
اچھا تم لکھو۔ غرض جب یہ تحریر پہنچی تو ریزیڈنسی کے میر منشی
صاحب بڑے سٹپٹائے اور جب یہ کاغذ پیش ہوا تو ریزیڈنٹ
صاحب سے کہنے لگے حضور! چھوٹے صاحب کا منشی بڑا گستاخ
ہی اور خواہ مخواہ کی کٹھ حجتیاں نکالتا ہی میں نے جو لکھا بالکل درست

[1] میرا فیصلہ یہ ہی کہ چھوٹی ترقی ت سے ہی اور بڑی ط سے۔ ۱۲

لکھا اور یہی لکھنا چاہیئے تھا۔ چھوٹے صاحب کو اگر چھوٹی ھ سے نہ لکھتا تو کیا بڑی ح سے لکھ دیتا۔ ایسا کرتا تو پھر حضور کو کون سی ح لکھتا۔ ریزیڈنٹ صاحب نے کہا ویل تم ٹھیک کہتا ہے۔ انہوں نے ڈانٹ کر جواب لکھ دیا۔ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ چھوٹے کے آگے سچا روپڑتا ہے۔ آخر کو ماننا ہی پڑا۔

(۴۰۱) کسی نو وارد منشی نے لفظِ نوع کو نو لکھ دیا۔ افسر نے اُس پر یہ ریمارک دیا۔ "منشی لفظِ نوع را بطرزِ نو نوشتہ عین خطا کرد۔"

(۴۰۲) منشی قدرت اللہ صاحب وکیل ریاستِ بھوپال ریزیڈنسی سیہور میں متعین تھے۔ آدمی خوش مزاج اور خوش گو تھے۔ اکثر اُن کے ہاں احباب کا مجمع رہتا تھا ایک دن باتوں باتوں میں اُن کے منہ سے رمز کی جگہ رَمَز نکل گیا۔ اُن میں سے جو لکھے پڑھے تھے اُن کے کان کھڑے ہوئے۔ منشی جی اپنی غلطی تاڑ گئے اور فوراً بول اُٹھے تم سے سمجھے ہو گے؟ وہ لوگ غوط میں گئے کہ یہ کوئی اور لفظ شاید فن سے ہوگا جس کا میم متحرک ہوگا۔ غرض اُس وقت منشی صاحب اپنی بات کو نباہ لے گئے بات گئی گزری ہوئی۔

(۳۰۳) ایک سال سخت قحط پڑا۔ ایک دیوانہ آسمان کی طرف دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھا "اگر تیرے پاس ان کے کھلانے کو روٹی نہ تھی تو تجھے اتنی مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

(۳۰۴) ایک دیوانہ راستے سے چلا جا رہا تھا کہ اولے پڑنے لگے وہ گھبرا کر سامنے کے چھپر میں پناہ لینے کو جا گھسا۔ چھپر تھا چھیدا وہاں بھی کچھ کچھ اولے گرنے لگے۔ دیوانہ اوپر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "لونڈے تو پتھر مارتے ہی تھے آپ سے بھی نہ رہا گیا"

(۳۰۵) کسی کے کھیت میں روز گدھا آ کر چر جاتا اور نقصان کر جاتا۔ اُنہوں نے تنگ آ کر بارگاہِ ایزدی میں بہت گڑگڑا کر دعا مانگی کہ "اے خدا تو اس مصیبت کو ٹال اور خدا کرے کہ یہ گدھا مر جائے" گدھا تو نہ مرا مگر ان خود بدولت کی گائے مر گئی تو آپ کیا کہتے ہیں "چہ خوش ایں مدت خدائی کردی، ہنوز گاؤ خر را نہ شناختی"

(۳۰۶) ایک صاحب کا نام انشاء اللہ تھا۔ بیٹوں کے نام ماشاء اللہ اور سبحان اللہ تھے۔ اب کی بار جو بیٹی پیدا ہوئی تو اسی سے ملتے جلتے نام کی فکر ہوئی۔ ایک ظریف دوست نے کہا فکر کی کیا بات ہے فی سبیل اللہ نام رکھ دو۔

(۳۰۷) کسی شخص کی کوئی قیمتی چیز گھر میں سے جاتی رہی وہ سڑک

کی روشنی میں سڑک پر ڈھونڈ رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا ارے
میاں کیا ڈھونڈتے ہو؟ تو بولا کہ میری ایک بیش قیمت انگوٹھی
گر گئی ہی۔ پوچھا کہاں گری، جواب دیا گھر میں گری۔ راہ رو۔ پھر سڑک
پر کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ وہ بولا گھر میں اندھیرا ہی۔

(۳۰۸) کسی شہر میں ایک شخص کی نسبت مشہور تھا کہ یہ بڑا منحوس
ہی جو صبح سویرے اس کی صورت دیکھ لیتا ہی ضرور اُسے یا تو
فاقہ ہوتا ہی یا کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آتا ہی جب بار ہا تجربہ ہو
چکا تو بادشاہ کے حضور میں ایک ڈیپوٹیشن یہ شکایت لے کر
گیا اور استدعا کی کہ ایسے شخص کی گردن ماری جائے یا کم
سے کم شہر بدر کیا جائے۔ بادشاہ بڑا زیرک تھا۔ دل میں سوچا
کہ محض ان لوگوں کے کہنے پر ایسی سخت سزا دینا قرینِ انصاف
نہیں۔ میں بھی تو دیکھوں کہ واقعی بات کیا ہی حکم ہوا کہ اچھا اس
شخص کو خواب گاہ میں رکھو کل دیکھا جائے گا۔ صبح سویرے
بادشاہ رفعِ ضرورت کو بیت الخلا جا رہے تھے کہ ان حضرت
پر نظر پڑی بادشاہ آگے بڑھے تو چوکھٹ کی ٹکر لگی اور سر میں
سے کچھ خون نکلا۔ بادشاہ نے سمجھ لیا کہ واقعی یہ بڑا منحوس شخص
ہی کہ اس کی صورت دیکھتے ہی میرا سر پھوٹا۔ ایسے شخص کو شہر

بدر کرنے کے یہ معنے ہیں کہ وہاں کے لوگ مبتلائے آلام و مصائب ہوں بہتر یہ کہ اِس کی گردن ماری جائے۔ سامنے بُلا کر جلاد کو حکم دیا کہ اِس کی گردن مارو۔ اُس شخص نے بادشاہ سے پوچھا کہ میرا قصور؟ بادشاہ نے اپنے سر پھوٹنے کا واقعہ بیان کیا اُس غریب نے دست بستہ عرض کی کہ "جہاں پناہ سلامت میری شکل دیکھنے سے تو نصیبِ دشمناں سرِ مبارک کو ذرا سا صدمہ پہنچا۔ مگر میں نے جو آج سب سے پہلے حضورِ والا کا جمالِ مبارک دیکھا تو اُس کا یہ اثر ہوا کہ جان سے ہی ہاتھ دھونا پڑا۔ اب انصاف حضور کے ہاتھ ہے کہ ہم دونوں میں زیادہ نحس کون ہے۔ بادشاہ یہ سُن کر مُسکرایا اور اُس کے خون سے در گزرا۔

(۳۰۹) ایک بڈھا لکڑہارا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر لیے چلا جا رہا تھا۔ لکڑہارا چلتے چلتے تھک گیا اور زمین پر گٹھا پھینک کے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ "ایسے جینے سے تو یہ اچھا تھا کہ موت آجاتی"۔ لکڑہارے کا یہ کہنا تھا کہ موت اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ تو نے مجھے کیوں یاد کیا ہے؟ تب تو لکڑہارے کے ہوش اُڑ گئے اور موت سے کہنے لگا کہ "میں نے تجھے اِس لیئے بُلایا ہے کہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر میرے سر پر رکھ دے

کسی نے سچ کہا ہی کہ کتنا ہی دُکھ کیوں نہ ہو پر جان دینا کٹھن ہی۔

(۳۱۰) ایک شخص بے روزگاری سے تنگ ہو کر سفر کو نکلا۔ اور قطب صاحب کے مزار پر جا کر منّت مانی کہ اس سفر میں جو کچھ حاصل ہو گا اُس میں سے آدھا آپ کے مزار پر چڑھا دوں گا۔ اتفاقاً راہ میں چھواروں اور اناروں کی ایک تھیلی پڑی پائی وہ شخص مزے سے چھوارے اور انار تو چٹ کر گیا اور چھواروں کی گٹھلیاں اور اناروں کے چھلکے لا کر قطب صاحب کے مزار پر چڑھا دیئے اور کہا "یا حضرت! میں نے اپنی منّت پوری کی جو مجھ کو ملا اُس کا آدھا آپ کی نذر کیا"

(۳۱۱) ایک اونٹ والا کچھ اناج اونٹ پر لاد کے شہر کے بازار کو گیا وہاں تول جھونک میں ایسا لگا تھا کہ اونٹ کی خبر نہ رہی جب بیچ بچا کر فارغ ہوا اونٹ کو نہ پا کر گھبرایا ڈھونڈتے ڈھونڈتے دیکھا کہ اونٹ مسجد کے سامنے کھڑا ہی اور مُلّا صاحب کے ہاتھ میں اُس کی نکیل ہی۔ مُلّا صاحب نے اونٹ والے سے کہا کہ صحن مسجد میں ہماری روٹیاں سوکھ رہی تھیں یہ سب کھا گیا۔ روٹیوں کے دام دو اور اپنا اونٹ لے جاؤ۔ اونٹ والا یہ ماجرا سُن کر رونے لگا اور کہا کہ روٹیوں کے دام مانگتے ہو اور میں کہتا ہوں

کہ تم ہی میرے اونٹ کے دام دلواؤ۔ اسی ردّ و کد میں بہت سے آدمی
وہاں اکھٹے ہوگئے۔ اونٹ والے سے پوچھا کہ تم اونٹ کے دام
کیسے مانگتے ہو؟ اونٹ والے نے کہا کہ میرے اونٹ کو مسجد
کی روٹیوں کا مزہ لگ گیا ہے اب یہ بوجھ کیا اُٹھائے گا۔ اور اس سے
کام کیا ہوسکے گا۔ پھر کہیئے کہ بوجھ کیا میں اپنی پیٹھ پر لادوں گا؟
مجھے رونا اس کا ہے"

(۲۱۲) ایک دن بیربل کی لڑکی حمام میں گئی اور کپڑے اُتار کے
باہر دھر دیئے۔ اکبر بادشاہ کا گذر اتفاقاً اُدھر سے ہوا۔ کپڑے
دیکھ کر مذاق میں اُٹھا لیئے۔ لڑکی نے جب کپڑے نہ پائے تو مجبوراً
سمٹ سمٹا کر برہنہ سامنے جانا پڑا۔ تاہم اپنی چھاتیوں کو ہاتھوں
سے چھپالیا۔ بادشاہ نے فرمایا، خوب سارا جسم ننگا اس کے چھپانے
سے حاصل؟ لڑکی نے عرض کیا حضور نے میرا تمام جسم بچپنے میں
دیکھا ہے، میں حضور کی گودوں کی کھیلی ہوئی ہوں۔ جو چیز آپ نے
نہیں ملاحظہ فرمائی تھی وہ میں نے چھپالی۔ بادشاہ اس جواب سے
بہت خوش ہوئے اور اُس کو بہت کچھ انعام دیا۔

(۲۱۳) ایک مرتبہ اکبر بادشاہ نے اپنی قلمرو میں ایک عام حکم جاری
فرمایا کہ جو مسلمان مرے اُس کی قبر چوبے کھودا کریں۔ چوبوں کو بیتا تازہ

مصیبت ہوئی وہ دوڑے بیربل کے پاس گئے کہ تم ہندو ہوکر ہم کو اس
مصیبت سے نہیں بچاتے. بیربل نے کہا تم میری صلاح پر چلو تو
تمہاری گلو خلاصی ممکن ہی. چوبوں نے کہا فرمائیے نا، وہ کیا بات ہی، ہم
بسر وچشم کریں گے. بیربل نے کہا کہ موسمِ بارش قریب ہی تم بہت سی
قبریں پہلے ہی سے کھود رکھو جس وقت بادشاہ مجھ سے دریافت
کریں گے. میں سمجھ لوں گا. ایک دن بادشاہ ہوا خوری کو برآمد ہوئے
شہر کے باہر دیکھا کہ کثرت سے قبریں کھودی گئی ہیں. بیربل سے
پوچھا "یہ کیا بات ہی، اتنی قبریں کیوں کھودی گئی ہیں؟ بیربل نے عرض
کیا کہ گرمیوں میں زمین سخت ہوتی ہی قبر مشکل سے کھدتی ہی. چوبوں
نے اس خیال سے کہ مسلمان تو مریں ہی گے اور ہم کو اُن کی قبریں
کھودنی پڑتی ہیں چوبوں نے آسانی کے لیئے کہ برسات میں کہ زمین نرم
ہوتی ہی پیش از پیش قبریں طیّار کرلی ہیں. بادشاہ نے بیربل سے
فرمایا "آیندہ ان بدمعاشوں سے قبریں کھدوانا قطعاً موقوف کرؤ کیونکہ
یہ لوگ مسلمانوں کا مرنا پہلے ہی سے چاہتے ہیں"

(۳۱۴) ایک دن دربارِ عام میں بیربل سے بادِ مخالف سرزد ہوئی.
اہلِ دربار نے آوازہ کسا. بادشاہ کی طبیعت بھی منغص ہوئی. ان
سب کے مشورے سے بیربل پر عتاب ہوا اور شہر بدر کیئے گئے.

بیربل نے کہا اس وقت تو تمہارا داؤں چل گیا مگر میرا نام بیربل نہیں اگر تم لوگوں کے گھروں پر گدھے کا ہل نہ چلوا دیا ہو؟ بیربل کچھ عرصے تک ایک گاؤں میں جا رہا۔ اتفاقاً بادشاہ شکار میں اس گاؤں پر سے گزرے۔ کھیت میں بیربل کو خستہ حال دیکھ کر خاطر اقدس کو ملال ہوا فوراً بیربل کو گلے لگا لیا اور اپنے ساتھ لا کر خلعت گراں بہا سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ ایک دن بادشاہ نے بیربل سے پوچھا کہو جی اتنے دنوں تم باہر رہے، کیا ہنر سیکھا؟" بیربل نے عرض کیا کہ میں نے موتیوں کا کھیت بونا سیکھا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا اچھا تو ہم کو بھی موتی بو کر دکھلاؤ۔ بیربل۔ پیرو مرشد! موتی جس زمین میں پیدا ہوتے ہیں خانہ زاد شناخت کر سکتا ہے جس زمین کی میں نشان دہی کروں وہ مرحمت فرمائی جائے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کون سی زمین ہے؟ بیربل نے اُس قطعہ کی نشان دہی کی جس پر اُن امراء کے مکانات تھے جو باقی مبانی بیربل کی تذلیل کے ہوئے تھے۔ بیربل کے کہنے کی دیر تھی، وہ اراضی مل گئی بیربل نے دو ہفتے کی مہلت لی۔ اور سارے مکان گروا کر جگہ ہموار کر لی اور فوراً مالیوں سے دوب لگوا کر اروی کے پودے لگا دیئے۔ جب وہ ذرا بڑے ہو گئے تو عرض کی کہ جہاں پناہ! موتیوں کا کھیت طیار ہے۔ حضور

ملاحظہ فرمالیں۔ دوسرے دن علی الصباح بادشاہ کی سواری مع درباریوں کے وہاں پونہچی دیکھا تو ہری ہری گھاس کے تختوں اور اروبیوں کے پودوں کے بڑے بڑے پتّوں پر شبنم کے موتی لوٹ رہے ہیں بادشاہ نے پوچھا یہ موتی ابھی کچّے ہیں یا پک گئے؟ بیربل نے عرض کیا حضورِ والا! بالکل پختہ اور طیّار ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا ہمارے واسطے توڑ کے لاؤ۔ بیربل نے عرض کیا جہاں پناہ! ان موتیوں کو ہر شخص نہیں توڑ سکتا، وہی توڑ سکتا ہے جس سے ساری عمر بادِ مخالف سرزد نہ ہوئی ہو۔ ورنہ موتی توڑتے ہی پانی پانی ہوجاتے ہیں۔ تب تو بادشاہ چہ کنم میں گئے اور کہا ایسا کون شخص ہوگا جس سے یہ حرکت سرزد نہ ہوئی ہو؟ امراء بھی دنگ رہ گئے۔ بادشاہ کو بیربل کا واقعہ یاد آگیا اور سمجھ گئے کہ اس نے کس صفائی سے بدلہ لیا ہے۔ غرض یہ کہ بیربل کو بہت کچھ انعام مرحمت فرمایا۔

(۳۱۵) چھ بہترین چیزیں۔ ایک دن اکبر بادشاہ اور بیربل شہر دہلی کے کسی باغِ پُر بہار میں خراماں تھے اور لطف ہوائے لطیف و عنبر بنیر اُٹھا رہے تھے اور طرح طرح کی چہلیں ہو رہی تھیں کبھی آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اس سائبان نیلی کی شان و شوکت

کا اظہار تھا تو کبھی غروبِ آفتاب اور شفق کے اُس لاجواب دل خوش کن
و فرحت و ابنساط افزا نظّارے کا فوٹو کھینچا جا رہا تھا جو کسی پہاڑی
کی بلندی پر سے بڑے بڑے سایہ دار درختوں کی آڑ میں سے
دکھائی دے رہا تھا۔ جہاں نسیمِ سحری بھی ادب سے دب کے چلے
جن درختوں میں مختلف قسم کے پرندے کُلیلیں کرتے اور طرح طرح
کی نغمہ سرائیاں کرتے اور بسیرے کے لیئے دور دور سے جُھنڈ کے
جُھنڈ آتے تھے۔ ؎

یُقدِّسون لہٗ بِالخفیِّ وَالِاعلانِ ٭ یُسبِّحون لہٗ بِالغُدُوِّ وَالآصالِ[1]

خدا کی قدرتِ کاملہ اور اُس کی عظمت و جبروت کا تذکرہ تھا جس نے آسمان
جیسا سائبان اور کہکشاں جیسے پُر بہار و پُر الوان بادل دیئے جوں
جوں وہ سیر کرتے جاتے تھے قدرت کے کرشمے اور نظّارے پیشِ
نظر ہوتے جاتے تھے کہ یکایک ایک چشمہ بہتا ہوا نظر آیا جس کا پانی
ایسا شفاف تھا کہ مُنہ دیکھ لو اُس کے پیچ و خم اور پانی کی اٹکھیلیوں
نے اور سرودِ بہ مستاں یاد دہانیدن[2] کا کام کیا وہاں پونہچ کر آسمان
کو دیکھا کہ افق سے ہم کنارہ درخت ہیں کہ وجد میں جھوم رہے ہیں
یہاں تھوڑی دیر ٹھہرے اور دماغ و مشام کو تر و تازہ اور معطّر ہوئے

[1] ظاہر و باطن میں اُس کی تقدیس بیان کرتے ہیں اور صبح و شام اُس کی تسبیح پڑھتے ہیں ۱۲۰

[2] مستا (دیوانے) کے سامنے راگ گانے سے وہ اور بھڑک جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ بھولی بسری بات یاد دلانا

ترو تازہ کیا۔ جب اندھیرا ہونے لگا تو بادشاہ اُٹھ کھڑے ہوئے
اور چلتے چلاتے خوش طبعی کی اُمنگ میں بیربل سے پوچھا کہ سب سے
بہتر بادشاہ کون سا، اور سب سے بڑھ کر شیرینی کون سی، سب سے بہتر
دودھ کون سا، سب سے بہتر پتّہ کون سا، سب سے بہتر پھول کون سا،
سب سے بہتر پھل کون سا؟ سب لوگ اپنے اپنے ذہن کے موافق
کہنے لگے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ پتّوں کے متعلق کسی نے کیلے
کا پتّہ کہا کسی نے اروی کا مگر بادشاہ کی تشفّی نہ ہوئی جب بیربل کی
باری آئی تو بیربل نے عرض کیا کہ سب سے بہتر دودھ ماں کا جس سے
بچّہ پرورش پا کر توانا و تن درست انسان بنتا ہے۔ سب سے بہتر پتّہ
پان کا ہے جو حضور کے دہنِ مبارک تک پہونچتا ہے۔ پھولوں میں
سب سے بہتر پھول کپاس کا ہے جس سے تمام عالم کا لباس طیّار ہوتا ہے
سب سے بہتر پھل فرزندِ صالح ہے جس سے باپ دادا کا نام آگے کو چلتا
ہے۔ بادشاہوں میں سب سے بہتر اندرجی جو مینھ برساتے ہیں اور
مینھ ہی سارے سنسار کی زندگی کا باعث ہے (وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ
كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (اور ہم نے پانی ہی سے سب چیز کو زندگی بخشی) سب سے بہتر مٹھاس
شیریں کلامی ہے کہ جس کی بدولت ساری دُنیا بلا ایک حبّہ خرچ کرنے
کے اپنی ہو جاتی ہے۔ (دوہا)

کاگا کا کو دھن ہرے اور کوئل کا کو دیں * میٹھے بچن سنائے کے جگ اپنو کر لیں
(کوّا) کس کی دولت نے سیس کو دئے بات دنیا اپنی

بادشاہ ان جوابات سے بہت خوش ہوئے اور بیربل کو خلعتِ بیش بہا مرحمت فرمایا۔

(۳۱۶) بیربل کو پان کھانے کی بہت عادت تھی اور اکبر بادشاہ کو اس سے کراہت تھی۔ ایک دن جب بادشاہ کی خواصی میں بیربل جارہے تھے، رستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تماکو کے کھیت میں ایک گدھا چُپ چاپ کھڑا ہے مگر کچھ کھا نہیں رہا۔ اکبر نے بیربل سے کہا "دیکھو گدھا تک تماکو سے نفرت کرتا ہے" بیربل نے نہایت متانت سے جواب عرض کیا کہ "حضور کا بجا ارشاد ہوا۔ گدھے تماکو نہیں کھاتے"

(۳۱۷) ایک دن بادشاہ نے بیربل سے پوچھا ایک جانور ہے جس کی آواز "دور بینی خود، دور بینی خود" ہے۔ بتاؤ وہ کون سا جانور ہے؟ بیربل نے عرض کیا "جہاں پناہ! وہ جانور رات کو کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد جب شکم سیر ہوجاتا ہے اُس وقت کہتا ہے "تو ہی ہے، تو ہی ہے، تو ہی ہے"

(۳۱۸) ایک دن اکبر بادشاہ نے بیربل سے پوچھا کہ گرمی، سردی برسات تینوں موسموں میں کون سے موسم کی آب و ہوا بہتر و خوش تر ہے

بیربل نے عرض کیا۔ "جہاں پناہ! جس موسم اور ہوا میں کھانا ہضم ہو جائے وہی بہتر اور خوش تر ہے۔"

(۳۱۹) ایک دن اکبر بادشاہ اور بیربل دونوں ثمن برج پر بیٹھے ہوئے سیر میں مصروف تھے کہ اسی اثنا میں اسی برج کے نیچے چار چوروں نے مل کر ایک مسافر کو لوٹ لیا جس وقت بادشاہ کی نظر مسافر پر پڑی اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "حضور سارے جہان کے بادشاہ ہیں اور میں بے چارہ غریب مسافر، مقامِ تحیّر ہے کہ حضور کے روبرو میں اس طرح لُٹ جاؤں" بادشاہ یہ سُن کر بہت متاثر ہوئے اور بیربل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو میرا کیسا وزیر ہے کہ "تجھ سے کچھ انتظام نہیں ہو سکتا کہ یوں دن دہاڑے اس طرح غریب مسافر میرے سامنے لُٹ جائیں" بیربل نے عرض کیا "حضور! چراغ تلے اندھیرا ہی رہا کرتا ہے اور سب طرف روشنی رہتی ہے۔" بادشاہ یہ معقول جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ *

تا آخر

تمام شد

(کتبہ خاکسار محمد انوار احمد)

خاتمۃ الطبع وہ گو پیر ہیں شباب کا عالم سخن میں ہی * ہر وقت کیفِ تازہ شرابِ کہن میں ہی
لطائف کے جمع کرنے کے خیال کے ساتھ ہی جب تلاش شروع ہوئی تو
بمصداق جوئندہ یابندہ توقع سے زیادہ خزانہ دستیاب ہوا۔ لطیفے
جس زبان کے بھی ہوں زبان کی جان ہیں۔ لطیفوں ہی میں بات میں
بات پیدا ہوتی ہی۔ در پردہ بہت کچھ کہہ جاتے ہیں مگر بظاہر کچھ بھی
نہیں۔ اردو زبان کو لوگ کہتے ہیں کہ بر سر ترقی ہی مگر مشاہدہ اس
کے خلاف ہی۔ زبان وہی بر سر ترقی ہوتی ہی جو بادشاہِ وقت کی زبان
ہو اسی وجہ سے کلام الملوک ملوک الکلام کہا گیا ہی اور اسی کے ہم معنی
الناس علی دینِ ملوکہم ہی۔ پس فطرتی طور پر انگریزی کو ترقی ہونی چاہیئے
اور ہو بھی رہی ہی اردو بے چاری تو نہ گھٹی نہ بڑھی جیسی تھی ویسی ہی ہی ع
تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل * چو خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را
ظہیر دہلوی کیا خوب کہہ گئے ہیں ؎

وہ زباں ہی رہی نہ وہ ارزو * دل میں باقی گمان ہی گویا
جو زباں ہی بچی کھچی باقی * کوئی دن میہمان ہی گویا

زبانِ اردو کی یادگار کچھ لطائف ہیں۔ بارہ بارہ جُزکے تین حصّے تو
سرِ دست پیش ہیں جن میں سے حصّہ اول میں (۴۶۰) حصّہ دوم میں
(۲۸۶) اور حصّہ سوم میں (۳۱۹) مجموعی حیثیت سے (۱۰۶۵) لطیفے ہیں

اور دو حصّوں کا مواد اور موجود ہی۔ اسی طرح حکایاتِ لطیفہ کے تین حصّے

طیار ہیں اور اس کے بھی دو حصّے اور ہو سکتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں

کہ اس سے پہلے گھان کی کیا قدر ہوئی ہی؟ ؎

گہر افشانم و بہا طلبم ٭ سیم و زر رائگاں نمی خواہم

انسان خلقۃً لڑاکو اور چھیڑ خانی کرنے والا پیدا کیا گیا ہی۔ بعضکم

لبعضٍ عدوٌ نے یہ بات ہمارے خمیر میں ڈال دی ہی۔ تصنیف تالیف

ایک مرنج و مرنجان مشغلہ ہی مگر اس میں بھی قدم قدم پر ٹھوکریں ہیں

عیب جینی کا خدا بھلا کرے کہ نیکی برباد گنہ لازم۔ قدردانی اور

داد تو کجا غنیمت ہی اگر طعن و تشنیع سے گلو خلاصی ملے۔ لوگ تنقید کی

آڑ میں دل کا بخار نکالتے ہیں ہنر کو پسِ پشت ڈال کے عیب پر

نظر ڈالتے ہیں جب زمانے کی یہ حالت ہی تو شکایت بھی عبث ؎

انصاف زمانے کی طبیعت میں نہیں ہی ٭ بدنام ہی جو مثلِ نگیں خانہ نشیں ہی

گوہر جو صدف ہی تو صدف در ثمیں ہی ٭ پھیکا اُسے کہتے ہیں سخن جو نمکیں ہی

سقم اُن میں ہی مضموں جو بُرائی سے بری ہیں

ہیں تلخ وہ باتیں جو حلاوت سے بھری ہیں

خوش طبع شگفتہ رخِ خنداں ہو کوئی گر ٭ بیہودگی ہی طبع میں یہ طعن ہی اُس پر

چُپ ہو کوئی خوددار تو کہتے ہیں سخنور ٭ ناطق نہ ہو انساں تو بہائم سے ہی بدتر

ہنس دیتے ہیں غنچے پہ تبسّم نہیں کرتے

خالق نے زباں دی ہے تکلّم نہیں کرتے (میر نفیس)

بات یہ ہے کہ اپنا عیب ونقص انسان کو خود نظر نہیں آتا۔ بے عیب ذات خدا کی۔ با ایں ہمہ ناظرین سے میں عذر خواہ اور اپنی کم مایگی کا خود گواہ ہوں ؎

اے ذوق کسے چشم حقارت سے دیکھیئے ٭ سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھیئے لکھنے والے کی محنت اور جان کاوی پر نظر رکھیئے تو یہ مشکل آسان ہے ورنہ موشگافی اور تعریض کا وسیع میدان ہے

اہلِ غفلت کو باخبر کہتے ہیں (رباعی) تاثیر نہ ہونے کو اثر کہتے ہیں

اظہارِ ہنر خاک کریں اے عارف ٭ اس عہد میں عیب کو ہنر کہتے ہیں

دعویٰ نہیں ہے اس کا کہ اہلِ زباں ہیں ہم

ہاں یادگارِ قافلۂ رفتگاں ہیں ہم (خاکسار شبیر)

تقریظ نوشتۂ حضرت مولوی حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی جانشین خواجہ میر درد

وارشد تلامذۂ جناب شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو ٭ اک گونہ بے خودی مجھے ہر آن چاہیئے

نظم ونثر کو اگر گل اور ریاحین فرض کیجیئے تو اخوی المعظم مولانا شبیر الدین احمد

صاحب تعلقہ دار سرکارِ نظام الملک آصف جاہ کو گلچیں سمجھیے اور اگر کلامِ معانی کو یاقوتِ آبدار اور گوہرِ شاہوار قیاس فرمایئے تو حضرتِ ممدوح کو جوہری کہیے۔ دن رات آپ کو اسی کی دھن ہے نت نئی کتابیں تصنیف کرتے ہیں اور چھپواتے ہیں اور پڑھنے والوں کو آئینۂ حیرت بناتے ہیں۔ بالفعل **حکایاتِ لطیفہ** اور **لطائفِ عجیبہ** نام دو چھوٹی چھوٹی کتابیں جن میں رنگین نقلیں اور سلونے لطیفے ہم پہنچائے ہیں چھ حصّوں میں چھاپ کر شائع فرمارہے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوانِ نعمت سامنے دھرا ہے جس میں شیریں، ترش، نمکیں، چٹپٹے، اچار، چٹنیاں، مربّے سب کچھ لگا دیئے ہیں ہر نوالے میں نیا مزہ ہے۔ ناظرین پڑھیں اور لطف اٹھائیں ؎

شرابِ ناب ہے ہر رنگ کی اپنے پیالے میں
وہ طرّہ کون سا ہے گُل میں کیا ہے شاخ لالے میں

قطعۂ تاریخ

سخن ہائے شیریں زکلکِ بشیر ٭ بصد زیب و زینت چو دُر سفتہ شد
پئے سالِ تصنیف و طبعش فراقؔ ٭ "لطائف ظرائف نہ ہائے گفتہ شد"

۱۳۴۳ھ

قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس قصبہ تنہلی ضلع سارن

ہیں بیٹھے ہوئے آپ کیا سر بزانو
تفحّص ہی کیا فکر کیا مژدہ بادا

جسے عرصے سے سنتے تھے زیرِ تصنیف
وہ آج آپ کے آگے ہی جلوہ فرما

یہ طبّاعی اک اہلِ خبرت کی ہی
نہ جانے کوئی اس کو کچھ ہی لو یہ نہیں سا

اُٹھا کے ذرا دیکھیے تو کہ اس میں
ہیں کیا کیا لطیفے بھرے فرحت افزا

تراویدۂ کلکِ معجز رقم ہی
جنابِ بشیر احمد دہلوی کا

کلام اس میں کیا اور کیا اس میں شبہ
کہ اس فن میں ہیں آپ طاق اور یکتا

خدا ان کو قائم رکھے تابمدّت
کہ لکھتے رہیں ایسے نسخے یہ صدہا

پھر اس پر پڑی سالِ تاریخ تصنیف
رہے تا بعمر اپنے لطفِ تقاضا

لطیف احمد اب آپ تکلیف کرکے
اِدھر آئیے ہم سے سُنیئے ذرا سا

لطائف عجیبہ جو نام اس کا کہیے
تو تاریخ لکھیے لطائف غریبا

۱۳ ۵ ۳۳

میرے والد ماجد مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کی تصانیف

نمبر	نام کتاب	غیر مجلّد	مجلّد	محصول
۱	۲	۳	۴	۵
	مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ۔ کلام مجید اردو کا بہترین ترجمہ مان لیا گیا ہی جس کی قریب قریب ایک لاکھ کاپیاں اب تک ہدیہ ہو چکی ہیں یہ کلام مجید کا ترجمہ مختلف تقطیع پر چھپا ہی جس کی صراحت ذیل میں ہی:-			

نمبر	نام کتاب	غیر مجلد	مجلد	محصول
۱	۲	۳	۴	۵
۱	بڑا قرآن شریف۔ جلی قلم کاغذ سفید عمدہ چکنا ولایتی سطور پر حنائی رنگ صفحہ ۸۷۰ تقطیع ۲۲×۲۹ دو صفحہ مع فہرست مضامین فرہنگ الفاظ اردو	عـــہ	چرمی جلد عـــہ	عـہ/ ۱۰/
۲	جامع المصاحف متوسط قرآن تقطیع ۲۲×۲۹ ہر صفحہ ... کاغذ سفید چکنا ولایتی سطور پر حنائی رنگ باترجمہ اردو مع فہرست مضامین فرہنگ الفاظ	صہہ/	معہ	۱۴/
۳	غرائب القرآن۔ تقطیع ۲۲-۲۹ صفحہ ۱۱۴۸ اس میں ایک طرف کلام مجید ہے صفحہ مقابل پر ترجمہ حاشیہ پر حل لغات عربی۔ کاغذ حنائی اور سفید دو قسم کا ہے کاغذ سفید صمہ۔ کاغذ حنائی و بیز للعہ	صمہ و للعہ	صمہ و للعہ	اُر
۴	شمائل شریف۔ ترجمہ بین السطور سطور پر حنائی رنگ تقطیع ۱۶×۲۲ صفحہ ۱۰۴۲ مع فہرست مضامین فرہنگ لغات اردو سفر میں ساتھ رکھنے کے قابل ہے	للعہ/	صمہ/	۸/
۵	دہ سورہ فی احسن الصورۃ۔ مترجم پنج سورہ کی جگہ یہ دہ سورہ ہے وظیفہ پڑھنے والوں کے لیئے بہت ضروری۔ تقطیع ۱۶×۲۲ صفحہ ۱۴۴	۱۰/		۳/
۶	ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ و خواص تقطیع ۱۶×۲۲ صفحہ ۱۰۰ ٹائیٹل سادہ ۱۰/۔ رنگین ۱۲/	۱۰/-۱۲/		۳/
۷	الحقوق و الفرائض۔ تقطیع ۲۲×۲۹ صفحہ ۱۰۲۶ مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو اس کتاب کا ہونا			

نمبر	نام کتاب	غیر مجلد	محصول
۱	۲	۳	۴
۹	حیات النذیر۔ مولانا کی مفصل سوانح عمری معہ فوٹو اور دو عکسی خطوط تقطیع ۲۲×۲۹ صفحہ ۶۷۸	ملے	۱۱؍
۱۰	نظمِ بے نظیر۔ تقطیع ۲۰×۲۶ مولانا کی کل نظموں کا مجموعہ بہ صراحت اس امر کے کہ کہاں اور کس موقعہ پر پڑھی گئی۔	عہ؍	۵؍
۱۱ تا ۱۲ و ۱۳	مراۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح یہ تینوں کتابیں اس کثرت سے مروج ہیں کہ کسی مزید تقریب کی ضرورت نہیں۔ بازار میں کثرت سے سستی قیمت پر ملتی ہیں مگر نہ خط اچھا نہ کاغذ عمدہ۔ ہمارے خاص اہتمام اور نگرانی سے چھپوائی ہوئی کاغذ عمدہ۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور فٹ نوٹ میں تمام الفاظ کے معانی۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحات علی الترتیب ۱۸۶۔ ۱۵۰۔ ۱۸۸ قیمت فی کتاب	عہ	۵؍
۱۴	محصنات۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۱۲ تعدد ازدواج کے برے فرسا نتائج	عہ؍	۵؍
۱۵	ایامیٰ۔ بیواؤں کی حالت کا دردناک فوٹو تقطیع ۲۰×۲۶	عہ؍	۵؍
۱۶	رویائے صادقہ۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۱۸ مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام سے۔	عہ؍	۵؍
۱۷	ابن الوقت۔ تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۲۰۶ انگریزی وضع کی کورانہ تقلید کے تباہ کن نتائج	عہ؍	۵؍
۱۸	موعظہ حسنہ۔ مولانا کے اصلی نصیحت آمیز خطوط اپنے فرزند کے نام تقطیع ۲۰-۲۶ صفحہ ۱۴۴	عہ؍	۵؍
۱۹	منتخب الحکایات۔ بچوں کے لیئے چھوٹی چھوٹی دلچسپ نتیجہ خیز کہانیاں تقطیع ۲۰×۲۶ صفحہ ۶۲	۸؍	۳؍
۲۰	چند پند۔ مفید و نصیحت آمیز مختلف مضامین کا مجموعہ بچوں کے لیئے تقطیع ۲۰-۲۶ صفحہ ۶۲	۸؍	۳؍

نمبر	نام کتاب	غیر مجلد	مجلد
۱	۲	۳	۴
۲۱	صرف صغیر۔ اردو زبان میں فارسی گرامر تقطیع ۲۰×۲۶ ص۴۴	۶ر	۳
۲۲	نصاب خسرو۔ جدید طرز کی خالق باری تقطیع ۲۰×۲۶ ص۲۸	۶	۳
۲۳	رسم الخط۔ املا نویسی کے قواعد لڑکوں کے لیئے بہت ضروری تقطیع ۲۰-۲۶ ص۳۲	۶ر	۳
۲۴	مبادی الحکمت۔ سلیس اردو میں عربی منطق کے قواعد تقطیع ۲۰×۲۶ ص۱۳۲	۶ر	۴
۲۵	مائیغینک فی الصرف۔ صرف عربی کی بہترین گرامر اردو میں تقطیع ۲۲×۲۹ ص۶۸	۱۳ر	۱۴
۲۶	لکچروں کا مجموعہ۔ دو جلدوں میں تقطیع ۲۰×۲۶ ص۱۱۹ جس میں (۲۴) لکچر ہیں دونوں جلد	صہ	۱۴
۲۷	مطالب القرآن۔ قرآن شریف کی تفسیر کا پہلا حصہ جتنا لکھا جا چکا تھا چھاپ دیا گیا۔ تقطیع ۲۰×۲۶ ص۱۲۸	عہ	۵ر
۲۸	امہات الامہ۔ ازواج مطہرات کے حالات (زیر طبع)	عہ	۵ر

میری ناچیز تصانیف

اقبال دلہن ۱۔ حسن معاشرت ۲۔ اصلاح معیشت ۳۔ تحفۂ جگر دو حصے ۴۔ فغان اشرف ۵ } یہ پانچوں کتابیں

غیر مجلد ۸ مجلد ۵ر ۔ ۸ مجلد ۵ر ۔ غیر مجلد ۵ر ۔ غیر مجلد ۱ر ۔ ۸ ۔ ۵ر

۱۸×۲۲ تقطیع کی مرأۃ العروس کے طرز کی۔ ہر عمر کی عورتوں کے لیئے ازبس مفید ہیں نمبر ۳ و ۴ پر گورنمنٹ سے انعام بھی ملا ہے } نیک کرداری کی کتابیں۔ حرز اطفال ۶ بچوں کے لیئے قیمت عہ ۔ ۳ر

۷ نشاطِ عمر جوانوں کے لیئے قیمت عہ ۔ ۵ر۔ ۸ عصائے پیری عمر رسیدہ لوگوں کے لیئے

قیمت عہ۔ محصول ۵ر قیمت عہ۔ محصول ۵ر

۹ شمعِ ہدایت ۔ سب کے لیئے۔ ۱۰ بچیوں سے دو دو باتیں لڑکیوں کے لیئے۔ ۱۱ مثنوی دردِ دل ۔ سچا

اور دردناک واقعہ ۸ر۔ ۳ر قیمت عہ۔ محصول ۴ر قیمت ۱۲آر۔ محصول ۵ر

۱۲ عزم بالجزم ۔ استقامتِ ارادہ پر ایک دل چسپ قصّہ قیمت ۔ ۱۲ر ۳ر ۱۳ دیوانِ بشیر

مع مصنف کے فوٹو اور (۲۲۱) دل چسپ نظموں کے قیمت عہ مجلّد ۶ محصول ۵ر

۱۴ انشائے بشیر ۔ جس میں نہایت بکار آمد نمونۂ خط ہیں عورتوں کے لیئے مفید قیمت ۱۲آر مجلّد ۶ ۸۔

۱۵ تاریخ بیجاپور (دکن کی مکمل تاریخ) مع (۶۰) فوٹو ۳ حصّے ۔ قیمت ۵ مجلّد ۵ محصول ۱۲آر

۱۶ تاریخِ دہلی ۔ تین حصّے ۔ قدیم زمانے سے آج تک کی تاریخ قابلِ دید فوٹو (۹) عمارتوں کے قلمی

نقشے (۲۰۹) قیمت ۵ مجلّد ۵ محصول ۸ر ۔ ۱۷ لطائفِ عجیبہ ۔ نہایت عمدہ عمدہ لطیفے

تین حصّوں میں قیمت فی حصّہ عہ محصول ۵ر ۔ ۱۸ حکایاتِ لطیفہ ۔ نہایت عمدہ عمدہ دل چسپ

کہانیاں تین حصّوں میں قیمت فی حصّہ عہ محصول ۵ر ۔ ۱۹ فرامینِ سلاطین ۔ جس میں چند فرمانوں

کے فوٹو بھی ہیں قیمت ۸ر محصول ۵ر اگر لطائفِ عجیبہ اور حکایاتِ لطیفہ کا پورا سٹ

لیں تو قیمت میں فی سٹ چھ آنے کی رعایت کی جائے گی ۔ ۲۰ تمثالِ امثال ۔ (زیرِ طبع) محاورات

مثلوں ۔ پہیلیوں ۔ چیستانوں ۔ دوہوں کی نہایت شرح و بسط و لغت دو مجلّدوں میں تخمینی قیمت ۵ر

بشیر الدین احمد تعلقہ دار کھاری باؤلی ۔ دہلی

نوٹ ۔ جلدیں بہت خوب صورت اور نفیس سنہری ٹھپّے کی ہیں ۔ ۱۲۰

لطائف اور حکایات کا پورا سٹ لینے والوں کے لیئے ۱۲ر فی سٹ اور کم ۔ ۱۲۰

کتاب نمبر ۹ عہ کو گورنمنٹ سے انعام ملا ہے ۔

اِعلان

یہ کتاب بموجب ایکٹ کاپی رائٹ

سنہ ۱۹۱۴ء رجسٹری شدہ ہی اور جُملہ حقوق

مولوی منذر احمد صاحب کے نام پر

محفوظ ہیں